عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد : ۴۵ | ۲۷ شوال تا ۴ ذوالقعدہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اپریل ۲۰۲۶ء | شمارہ : ۱۵

فرضیت حج

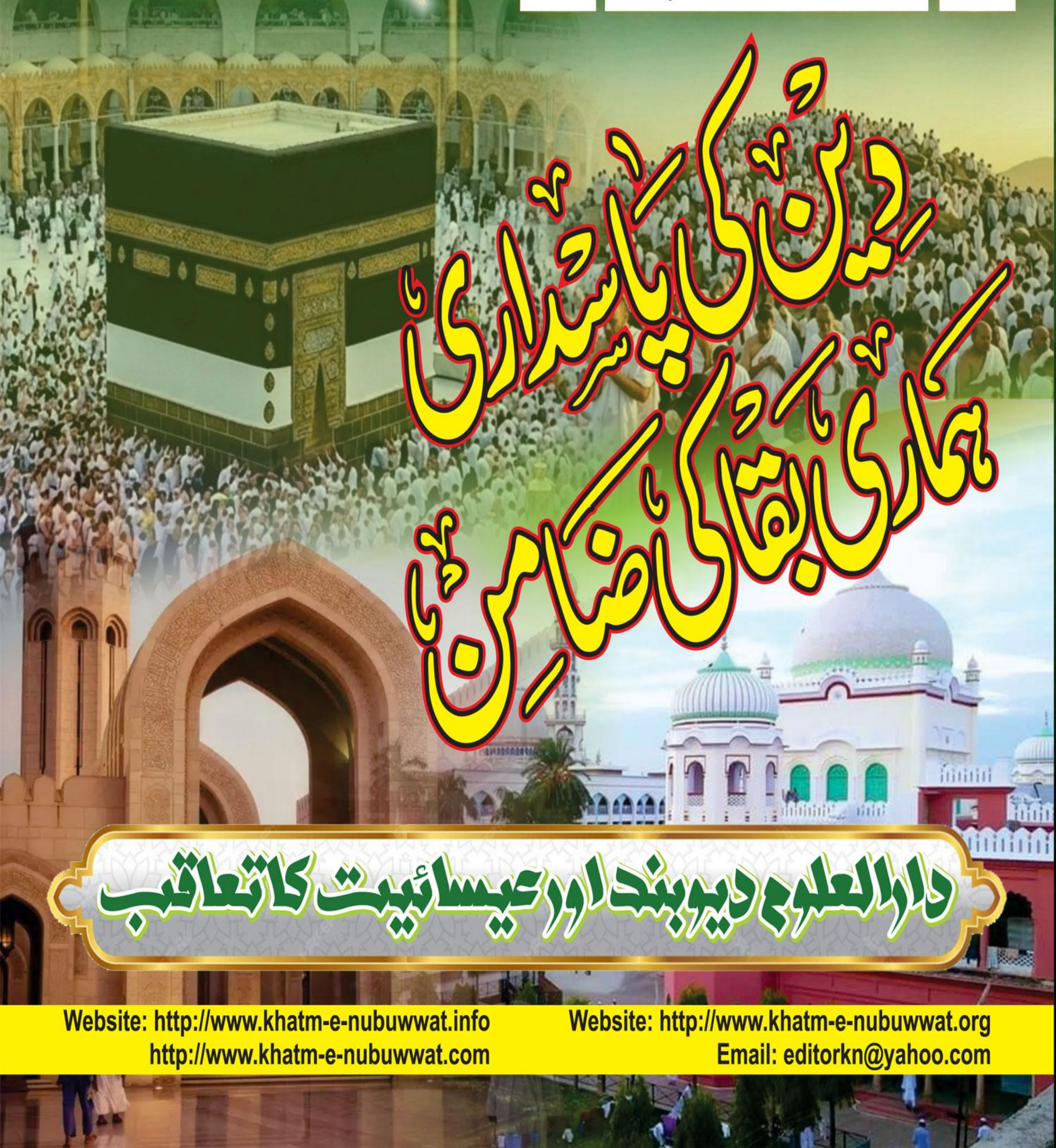

دین کی پاسداری ہماری بقا کی ضامن

دارالعلوم دیوبند اور عیسائیت کا تعاقب

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

غیبت کسے کہتے ہیں؟

س:......غیبت کیا ہے؟ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے اور اس کی بُرائی کی جائے تو کیا یہ بھی غیبت میں شامل ہوگا؟

ج:......غیبت کہتے ہیں کہ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی بُرائی بیان کرنا، اس کے عیوب کو بیان کرنا، یعنی اس کی بُرائی ایسے کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے بُرا لگ جائے اور اس کی بے عزتی ہو جائے۔ ظاہر ہے کوئی شخص بھی اپنی بے عزتی نہیں چاہتا، اس لئے وہ اپنے عیوب کو دوسروں سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی کی غیبت کرنا جائز نہیں۔ پھر وہ بُرائی اگر اس شخص میں موجود ہے تو یہ غیبت ہے اگر وہ بُرائی اس میں موجود ہی نہ ہو تو یہ بُہتان ہے اور الزام تراشی ہے جو غیبت سے بھی زیادہ بُرا گناہ ہے۔ اگر بغیر نام لئے کسی کی غیبت کی اس طور پر کہ اشارے یا کنائے سے سننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کی بات ہو رہی ہے تو یہ بھی غیبت میں شمار ہوگا۔

شوال کے روزوں میں قضا روزے کی نیت درست نہیں

س:......کیا شوال کے روزوں میں قضا روزوں کی نیت کرنا صحیح ہے؟ کیا اس طرح شوال کے چھ روزوں کا ثواب بھی مل جائے گا؟

ج:......شوال کے چھ روزوں کی حیثیت نفلی روزوں کی ہے اور رمضان کے فرض روزے، واجب روزے اگر کسی کے ذمہ ہوں تو ان کو رکھتے وقت ان کی نیت کرنا ضروری ہے۔ ان میں نفلی روزے کی نیت کرنا صحیح نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اگر کوئی فرض یا واجب نماز پڑھے اور اسی میں نفل کی بھی نیت کر لے۔ لہٰذا پہلے قضا اور واجب روزے رکھ لئے جائیں پھر شوال کے روزے فضیلت حاصل کرنے کے لئے رکھے جائیں۔

قربانی کا وجوب

س:....میرے پاس صرف ایک تولہ سونا ہے، اس کے علاوہ میرے پاس پیسے یا چاندی وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ کیا ایسی صورت میں مجھ پر قربانی کرنا واجب ہوگا؟

ج:....قربانی ہر ایسے مرد یا عورت پر واجب ہوتی ہے جو عاقل و بالغ ہو، مسافر نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ضرورت سے زائد کوئی بھی ایسا سامان یا ایسی چیز موجود نہ ہو کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو، ایسا شخص قربانی کے لئے صاحبِ نصاب ہے اور اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ خواتین کے پاس عموماً ضرورت سے زائد سامان موجود ہوتا ہے، بعض مردوں کے پاس بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کے پاس جو سونا ہے اور اس کے علاوہ اگر آپ کی ملکیت میں ضرورت سے زائد کوئی چیز بھی موجود ہے تو اس سب کو جمع کر کے دیکھیں اگر اس کی مالکیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو قربانی واجب ہوگی۔ پھر اگر قربانی واجب ہو اور قربانی کے لئے رقم موجود نہ ہو تو قرض لے کر بھی قربانی کی جاسکتی ہے بہر حال جیسے بھی ہو قربانی کرنا ضروری ہے۔

س:....اگر قربانی واجب ہو مگر اس کیلئے رقم نہ ہو تو قربانی کیسے کریں؟

ج:....جس پر قربانی واجب ہے، اس کو تو قربانی کرنا ضروری ہے خواہ قرض لے کر ہی کرے، لیکن قربانی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ پوری گائے کی جائے یا مکمل بکرا خریدا جائے، بلکہ گائے میں حصہ لیا جاسکتا ہے، یا وقف قربانی کی جاسکتی ہے دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں کی جاسکتی ہے، جس کی قیمت بھی کم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

ملتان

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۵ ۲۷؍شوال تا ۴؍ذوالقعدہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍اپریل ۲۰۲۶ء شمارہ: ۱۵

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

عازمین حج کے لئے ہدایات	۵	اداریہ
فرضیتِ حج	۷	مولانا قاری سعید احمدؒ
دین کی پاسداری ہماری بقا کی ضامن	۱۲	مولانا محمد اجمل قاسمی
حضرت شیخ بنوریؒ کا مشرقی افریقا کا سفر	۱۸	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
مرزا قادیانی کی زندگی اور مذہب	۲۱	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
دارالعلوم اور عیسائیت کا تعاقب	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وارحالات وواقعات

عہدِنبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۱۶۳ فصل:....۸ھ کے واقعات

۵۷:....اسی سال فتحِ مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی سے کعبہ شریف کی کنجی طلب فرمائی، انہوں نے عرض کیا کہ کنجی میری والدہ کے پاس ہے، اس کا نام سلافہ (بضم سین) بنتِ سعید الانصاریہ الادسیہ تھا، حضرت عثمانؓ نے گھر جاکر ان سے کنجی طلب کی تو انہوں نے دینے سے انکار کردیا، مگر حضرت عثمانؓ نے زبردستی ان سے کنجی لے لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے، وہاں دو رکعتیں ادا فرمائیں، پھر باہر نکل کر بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں ادا کیں۔

فائدہ:.... بعض نے کہا ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار یعنی فتحِ مکہ کے موقع پر، بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، دوبارہ نہ حجۃ الوداع میں داخل ہوئے، نہ کسی اور موقع پر، لیکن علامہ التقی الفاسی تاریخِ مکہ موسوم بہ ''تحصیل المرام من تاریخ البلد الحرام'' میں فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار کا داخلہ تو متفق علیہ ہے، اور دُوسرے اوقات میں داخل ہونا مختلف فیہ ہے۔

مجموعی طور پر چار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ میں داخل ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل: عمرۃ القضا میں، دوم: فتحِ مکہ کے دن، سوم: فتحِ مکہ سے اگلے دن، جیسا کہ احمد بن منیع اور دارقطنی کی روایت سے جو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، مستفاد ہوتا ہے، چہارم: حجۃ الوداع میں، جیسا کہ اِمام احمدؒ، ابوداوٗد، ترمذی اور ابنِ ماجہ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اور اِمام ترمذیؒ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، بعدازاں علامہ فاسی کہتے ہیں کہ: ''عمرۃ القضا میں داخل ہونے کی روایت صحیح نہیں، اس لئے صرف تین مرتبہ داخل ہونا ثابت ہے، اور فتحِ مکہ کے دن داخل ہونا متفق علیہ ہے۔''

۵۸:....اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ کلیدِ کعبہ حضرت عثمان اور ان کی والدہ کو واپس نہ کریں، کیونکہ ان کی والدہ نے کنجی دینے میں سختی کا مظاہرہ کیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔'' (النساء:۵۸) ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کردو۔''

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی ان کو واپس کردی اور فرمایا: ''خُذُوْھَا یَابَنِیْ طَلْحَۃَ خَالِدَۃً تَالِدَۃً۔'' ترجمہ: ''لو اے بنی طلحہ! اب یہ ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس رہے گی۔''

(جاری ہے)

اداریہ

عازمین حج کے لئے ہدایات!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

حج، اسلام کا عظیم الشان رُکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا، اور حج ہی سے ارکانِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیثِ طیبہ میں حج وعمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:.... ’’جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا، پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی، وہ ایسا پاک صاف ہوکر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا۔‘‘ (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: حجِ مبرور۔‘‘ (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:.... ’’ایک عمرہ کے بعد دُوسرا عمرہ درمیانی عرصے کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حجِ مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی۔‘‘ (ایضاً)

حج، عشقِ الٰہی کا مظہر ہے، اور بیت اللہ شریف مرکزِ تجلیاتِ الٰہی ہے، اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مؤمن کی جانِ تمنا ہے، اگر کسی کے دِل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:...... ’’جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے زاد و راحلہ رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا، تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی یا نصرانی ہوکر مرے۔‘‘ (مشکوٰۃ ص:۲۲۲)

ذرائعِ مواصلات کی سہولت اور مال کی فراوانی کی وجہ سے سال بہ سال حجاجِ کرام کی مردم شماری میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن بہت ہی رنج وصدمہ کی بات ہے کہ حج کے انوار و برکات مدہم ہوتے جارہے ہیں، اور جو فوائد وثمرات حج پر مرتب ہونے چاہئیں ان سے اُمت محروم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جو فریضہ حج کو اس کے شرائط و آداب کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک بجالاتے ہوں، ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج غارت کرکے ’’نیکی برباد، گناہ لازم‘‘ کا مصداق بن کر آتے ہیں۔ نہ حج کا صحیح مقصد ان کا مطمحِ نظر ہوتا ہے، نہ حج کے مسائل واَحکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ یہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت وحرمت کا پورا لحاظ کرتے ہیں، بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں کہ حج کے دوران محرّمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے، اور یہ اُمت گناہ کو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! ظاہر ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام سے بغاوت کرتے ہوئے جو حج کیا جائے، وہ انوار و برکات کا کس طرح حامل ہوسکتا ہے؟ اور رحمتِ خداوندی کو کس طرح متوجہ کرسکتا ہے؟

سفرِ حج کے دوران نمازِ باجماعت تو کیا، ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا جس کو اس کا پورا پورا احساس ہوتا ہو کہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے، ورنہ حجاجِ کرام تو گھر سے نمازیں معاف کراکر چلتے ہیں، اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے

ہیں۔مگرنمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ بعض تو حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق دوبالا کرتے ہیں۔قرآنِ کریم میں حج کے سلسلے میں جو اہم ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہے:

’’حج کے دوران نہ فحش کلامی ہو، نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔‘‘

اور احادیثِ طیبہ میں بھی حجِ مقبول کی علامت یہی بتائی گئی ہے کہ:’’وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو۔‘‘لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں۔بیسیوں گناہِ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔حاجی صاحبان کی یہ حالت دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ:’’حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے‘‘، اس کا منشا یہ ہے کہ اس سفر میں چونکہ ہجوم بہت ہوتا ہے اور سفر بھی طویل ہوتا ہے، اس لئے دورانِ سفر ایک دُوسرے سے ناگواریوں کا پیش آنا اور آپس کے جذبات میں تصادم کا ہونا یقینی ہے، اور سفر کی ناگواریوں کو برداشت کرنا اور لوگوں کی اذیتوں پر برافروختہ نہ ہونا بلکہ تحمل سے کام لینا یہی اس سفر کی سب سے بڑی کرامت ہے۔اس کا حل یہی ہوسکتا ہے کہ ہر حاجی اپنے رفقاء کے جذبات کا احترام کرے، دُوسروں کی طرف سے اپنے آئینۂ دِل کو صاف وشفاف رکھے، اور اس راستے میں جو ناگواری بھی پیش آئے، اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔خود اس کا پورا اہتمام کرے کہ اس کی طرف سے کسی کو ذرا بھی اذیت نہ پہنچے اور دُوسروں سے جو اذیت اس کو پہنچے اس پر کسی رَدِّعمل کا اظہار نہ کرے۔دُوسروں کے لئے اپنے جذبات کی قربانی دینا اس سفرِ مبارک کی سب سے بڑی سوغات ہے، اور اس دولت کے حصول کے لئے بڑے مجاہدے وریاضت اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے، اور یہ چیز اہل اللہ کی صحبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

عازمینِ حج کی خدمت میں بڑی خیرخواہی اور نہایت دِل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت وسعادت کا ذریعہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات کو پیشِ نظر رکھیں:

☆....چونکہ آپ محبوبِ حقیقی کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں، اس لئے آپ کے اس مقدس سفر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اور شیطان آپ کے اوقات ضائع کرنے کی کوشش کرے گا۔

☆....جس طرح سفرِ حج کے لئے ساز وسامان اور ضروریاتِ سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر حج کے اَحکام ومسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کرلیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ رہنی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے، خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصے کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہئے، کتابیں یہ ہیں:۱:......’’فضائلِ حج‘‘ از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوّر اللہ مرقدہٗ۔۲:......’’آپ حج کیسے کریں؟‘‘ از مولانا محمد منظور نعمانیؒ۔۳:......’’معلّم الحجاج‘‘ از مولانا مفتی سعید احمد مرحوم۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں، اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دُعائیں بھی مانگیں۔یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہئے کہ حجِ مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں دِینی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

فرضیتِ حج

مولانا قاری سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حج مثل نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے اسلام کا ایک اہم رکن اور فرض عین ہے، تمام عمر میں ایک مرتبہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس کو حق تعالیٰ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے پر قادر ہو اور اپنے اہل وعیال کے مصارف واپسی تک برداشت کر سکتا ہو اور جو شرائط حج کی ہیں وہ سب اس میں موجود ہوں، جن کا بیان آئندہ آئے گا، حج کی فرضیت، قرآن، حدیث، اجماع اور عقل سے ثابت ہے۔

حج کی فرضیت قرآن سے:

”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔“ (آل عمران:۹۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جس شخص کو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ بے شک تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔“

حج کے فرض ہونے کا ذکر مختلف آیات:

قولہ تعالیٰ: ”وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ“ (حج:۲۷)، اور ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (مائدہ:۳) میں موجود ہے، مگر آیت ذیل سب سے صاف صریح ہے:

اس آیت شریفہ میں حج کی فرضیت کے ساتھ خلوص نیت اور شرطِ فرضیت، یعنی استطاعت کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ جو حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے یا باوجود حج پر قدرت رکھنے کے حج نہ کرے اور مر جائے تو وہ کفار کے مشابہ ہے، چناں چہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ایسی سواری اور زادِراہ کا مالک ہے کہ اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکتی ہے اور اس نے پھر بھی حج نہیں کیا تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر مر جانے میں کچھ فرق نہیں اور یہ اس لیے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔“ (آل عمران:۹۷)

حج کی فرضیت حدیث شریف سے:

بہت سی احادیث میں حج کی فرضیت کا ذکر ہے، لیکن ہم صرف تین روایتوں پر اکتفا کرتے ہیں:

۱:... ”عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا۔“ (رواہ مسلم)

”حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔“

۲:... ”عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔“ (رواہ مسلم والبخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور (۲) نماز پڑھنا اور (۳) زکوٰۃ دینا اور (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔“

اس روایت میں تصریح ہے کہ اسلام کے پانچ رکن ہیں تو جو شخص ان میں سے کسی رکن کو ترک کرتا ہے وہ قصر اسلام کی عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے۔

۳:... ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عنهما، قَالَ: إِنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ

فَرِیضَۃَ اللّٰہِ علی عبادِہٖ فِي الْحَجِ أدرکتُ أبي شیخًا کبیرًا لا یثبت علی الراحلۃ، أفأحج عنہ؟ قال: نَعَمْ، وَذٰلِکَ فِي حَجَّۃِ الْوِدَاعِ۔‘‘ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ’’ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کا فریضہ حج جو بندوں پر ہے وہ میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں فرض ہوگیا، وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔‘‘

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حج فرض ہے اور جس پر حج فرض ہوا گر وہ کسی عذر کی وجہ سے خود نہ کر سکے تو کسی شخص سے اپنی طرف سے حج کرائے۔

حج کی فرضیت اجماع سے:

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’بدائع‘‘ میں اور شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’لباب المناسک‘‘ میں حج کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے: ’’وأما الإجماع فلأن الأمۃ أجمعت علی فرضیتہ۔‘‘ (بدائع: 2/18)

تمام امت نے حج کی فرضیت پر اجماع کیا ہے: ’’الحج فرض مرۃ بالإجماع کل من استجمعت فیہ الشرائط۔‘‘ (لباب: 6)

ترجمہ: ’’حج ایک مرتبہ بالاجماع ہر اس شخص پر فرض کیا گیا ہے جس میں حج کی شرائط پائی جاتی ہیں۔‘‘

حج کی فرضیت عقلی طریق سے:

جس قدر عبادات ہیں سب کا مقصد اظہار عبودیت اور شکر نعمت ہے اور حج میں یہ دونوں باتیں پوری طرح سے پائی جاتی ہیں، کیونکہ اظہار عبودیت سے مقصود اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے اور حاجی کی حالت پر، بالخصوص احرام کے وقت اگر غور کیا جائے تو انتہائی تذلل ظاہر ہوتا ہے، اس کی ہر حرکت اور سکون سے عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔ گھر بار، عزیز، قریب، مال و دولت سب کو چھوڑ کر، بحری اور بری سفر کی تکالیف، بھوک و پیاس اور دوران رأس (سر چکرانا) وامتلا (متلی کی کیفیت ہونا) کی مصیبت کو برداشت کرتا ہوا، پراگندہ حال دیارِ محبوب کی طرف مجنونانہ وار دوڑا چلا جاتا ہے۔ آرائش و زیبائش کے لباس کو چھوڑ کر صرف ایک لنگی اور چادر لپیٹتا ہے، گویا کفن ساتھ لے لیا ہے اور درِ محبوب پر جان دینے کے لیے بے تاب ہے۔

چو رسی بکوئے دلبر بسیار جان مضطر
کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

بال و ناخن بڑھے ہوئے ہیں، میل وکچیل بدن پر جما ہوا ہے اور زبان پر لبیک لبیک (حاضر ہوں، حاضر ہوں) ہے۔ گویا محبوب آواز دے رہا ہے اور یہ نہایت محویت اور شوق کے ساتھ زبان حال وقال سے جواب دے رہا ہے۔

جب محبوب کے دربار میں پہنچتا ہے تو کبھی اس کے در و دیوار کو چومتا ہے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے) کبھی اس کے چاروں طرف گھومتا ہے، طواف کرتا ہے اور کہتا ہے:

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شغفْنَ قَلْبِي
وَلٰکِن حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

(جب دیارِ لیلیٰ پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو، یہ نہ سمجھو کہ یہ میرے دل کو اس دیار کی محبت نے بے چین وبیتاب بنا دیا ہے، بل کہ میرے دل کو اس کے رہنے والے کی محبت نے بے چین کیا ہے۔)

جب یہ دیکھتا ہے کہ اس ناچیز کو اس سعادت عظمیٰ سے مشرف فرمایا گیا تو فوراً سجدہ شکر بجا لاتا ہے، (یعنی دوگانہ طواف ادا کرتا ہے اور اپنی غلامی کا اظہار اور خدا کی معبودیت کا اقرار کرتا ہے) پس جب کہ حج اظہار عبودیت کا اعلیٰ ذریعہ ہے اور اظہار عبودیت واجب ہے تو حج بھی واجب ہے۔

نیز حج میں شکر نعمت بھی ہے، کیوں کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: مالی، جس میں مال خرچ کرنا پڑتا ہے، جیسے زکوۃ اور بدنی مشقت ہو، جیسے نماز روزہ۔ مگر حج میں دونوں باتیں جمع ہیں، مال بھی صرف کرنا پڑتا ہے اور مصائب ومتاعب بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں، اسی واسطے وجوبِ حج کے لیے مال اور صحت شرط ہے، گویا حج میں دونوں نعمتوں کا شکر ادا کیا جاتا ہے، کیوں کہ شکر نعمت یہ ہے کہ اس کو منعم کی اطاعت میں صرف کیا جائے اور شکرِ نعمت عقلاً، شرعاً، عرفاً ہر طرح فرض ہے تو حج بھی فرض ہے۔ (بدائع)

حج کی تاکید اور تارک کے لیے وعید:

جب حج فرض ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو بہت جلد ادا کیا جائے اور تاخیر نہ کی جائے، جو شخص باوجود قدرت واستطاعت اور شرائط کے پائے جانے کے حج نہ کرے اس کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لیے

فرض ہوتے ہی ادا کرنا چاہیے۔

۱:...’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ۔‘‘ (ابوداود)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے اس کو جلدی کرنی چاہیے۔‘‘

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے والوں کو، جن پر حج فرض ہو چکا ہے جلد حج کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، کیوں کہ بعض اوقات تاخیر کرنے سے موانع اور عوارض پیش آ جاتے ہیں اور انسان اس سعادتِ کبریٰ سے محروم رہ جاتا ہے۔

۲:...’’عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ وَسُلْطَانٌ جَائِرٌ أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا۔‘‘ (رواہ الدارمی)

’’حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کسی ضروری حاجت یا ظالم بادشاہ یا مرض شدید نے حج سے نہیں روکا اور اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔‘‘

خدا کی پناہ! کس قدر سخت وعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جن پر حج فرض ہو چکا ہے اور دنیوی اغراض یا سستی کی وجہ سے بلا شرعی مجبوری کے حج ادا نہیں کرتے سوءِ خاتمہ کی تنبیہ فرما رہے ہیں، کیوں کہ باوجود شرائط کے پائے جانے کے حج نہ کرنا، اگر حج کو فرض نہ ماننے کی وجہ سے ہے تو اس کا کفر ہونا ظاہر ہے اور اگر عقیدہ فرضیت کا ہے اور کوئی شرعی عذر نہیں ہے لیکن سستی اور دنیوی ضروریات کی وجہ سے حج کو نہیں جاتا تو پھر یہ شخص یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے اور حج نہ کرنے کے لحاظ سے انہی جیسا ہے۔

فضائلِ حج:

حج کی خوبیاں اور فضیلتیں بے شمار ہیں، اس جگہ صرف چند احادیث، جن میں اجمالی طور پر حج کی فضیلت کا ذکر ہے، بیان کی جاتی ہیں، تاکہ حج کے فضائل سے آگاہی ہو اور ان فضائل کو دیکھ کر قلب میں حج کا داعیہ پیدا ہو اور ادائے فریضہ میں اعانت کا باعث ہو، کیوں کہ کسی چیز کی فضیلت اور فائدہ جب تک معلوم نہ ہو اس وقت تک اس کام میں پوری رغبت نہیں ہوتی اور کام کرنا مشکل ہوتا ہے اور جب اس کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور مشکل سے مشکل کام سہل ہو جاتا ہے۔

۱:...’’عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔‘‘ (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، (پھر) عرض کیا گیا: اس کے بعد کونسا؟ فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، (پھر) عرض کیا گیا: اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: حج مقبول۔‘‘

۲:...’’وعنہ قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة۔‘‘ (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان میں سرزد ہوں اور حج مبرور کی جزا نہیں ہے مگر جنت۔‘‘

ان دونوں حدیثوں سے حج کی فضیلت ظاہر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کو جنت کی خوش خبری دی ہے۔

حج مبرور:

وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بعض کا قول ہے کہ مقبول حج کا نام حج مبرور ہے اور بعض علما کہتے ہیں کہ جس میں ریا اور نام و نمود نہ ہو وہ حج مبرور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کے بعد گناہ نہ ہو۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج مبرور یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد دنیا سے بے توجہی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جائے۔

۳:...’’وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔‘‘ (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے محض اللہ کی خوش نودی کے لیے حج کیا اور جماع اور اس کے تذکرے اور گناہ سے محفوظ رہا تو وہ (پاک ہوکر) ایسا لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز (پاک) تھا۔‘‘

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حج خلوص کے ساتھ کیا جائے اور احرام باندھنے کے وقت سے حج کے ممنوعات سے اجتناب کیا جائے اور کوئی گناہ نہ کیا جائے تو اس سے انسان کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر کبیرہ گناہ کے معاف ہونے میں اختلاف ہے۔

حج ایک فریضہ ہے اور اس کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے لیکن یہ حق اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ نہ صرف ہم کو فریضہ سے فارغ الذمہ قرار دے دیا جاتا ہے، بلکہ ساتھ ساتھ ہمارے گناہ بھی بخش دیے جاتے ہیں اور دائمی سرور وراحت سے نوازا جاتا ہے اور جنت کی خوش خبری صادق وصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو حاجی سوار ہوکر حج کرتا ہے اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو حج پیدل کرتا ہے اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں سے لکھی جاتی ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کتنی ہوتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔

(جمع الفوائد بحوالہ بزار وکبیر واوسط)

اللہ اکبر! باری تعالیٰ کا کس قدر فضل واحسان ہے کہ اس قدر نیکیاں اور ثواب عطا فرماتے ہیں، صحابہ اور تابعین باوجود اپنی مشغولیت کے کثرت سے حج کرتے تھے، بعض تو ہر سال حج کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے پچپن حج کیے ہیں۔ (درمختار)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو میں نے بدن کی صحت اور رزق میں فراخی دی اور ہر چار سال میں اس نے میرے پاس حاضری نہ دی تو وہ محروم ہے۔ (جمع الفوائد)

معلوم ہوا کہ مال داروں کو حج نفل بھی کثرت سے کرنا چاہیے بشرطیکہ کہ دوسرے فرائض میں کوتاہی نہ ہو۔

حج کی مصالح اور حکمتیں:

موجودہ زمانہ میں باوجود کثرت جہل کے علم کا دعویٰ ہے اور ہر شخص اپنی عقل پر نازاں ہے، جو چیز سمجھ میں نہ آئے وہ غلط، جس چیز میں ہم کو کوئی مصلحت معلوم نہ ہو وہ لغو اور بیکار اور تو اور احکامِ شرعیہ قطعیہ میں بھی رائے زنی کی جاتی ہے، نہ صرف ان کی مصالح پر بس کیا جاتا ہے بلکہ عِلَل دریافت کی جاتی ہیں اور یہ مرض ایسا عام ہوگیا ہے کہ ہر شخص احکام شرعیہ کی علت دریافت کرتا ہے، بلکہ اس کے بغیر تسلی ہی نہیں ہوتی۔ یہ سب بد دینی اور خدائی احکام کی عظمت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، ورنہ ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم اس خالق و مالک کے احکام کی علل دریافت کریں، وہ مالک ہے جو چاہے حکم کرے، ہم کو یہ حق نہیں کہ ہم لفظ ’’کیوں‘‘ زباں پر لائیں، ارشاد خداوندی ہے کہ: ’’لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡـَٔلُونَ۔‘‘

(انبیاء:23)

ترجمہ: ’’حق تعالیٰ کے فعل سے سوال نہیں کیا جاسکتا اور لوگ جو کچھ کریں گے ان سے سوال کیا جائے گا۔‘‘

ہمارا تو یہ کام ہونا چاہیے:

زبان تازہ کردن باقرارِ تو
نے انگیختن علت از کارِ تو

اس کے علاوہ یہ سوال کہ اس حکم میں کیا مصلحت اور اس کی کیا علت ہے؟ خود مقنّن سے ہوسکتا ہے، علما سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ علماء قوانین کے ناقل ہیں، خود مقنّن (قانون بنانے والا) نہیں، لیکن بایں ہمہ یہ نہیں کہ احکام شرعیہ حکمت اور مصلحت سے خالی ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص ان کو سمجھ جائے۔

حکمائے اسلام نے سب احکام کی مصالح بیان کی ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، لیکن یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ یہ سب مصالح مدارِ احکام نہیں۔ اگر یہ مصالح نہ بھی ہوں تب بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم خدائی حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیں اور سمجھیں کہ حق تعالیٰ حکیم ہیں اور فِعۡلُ الۡحَکِیۡمِ لَا یَخۡلُو عَنِ الۡحِکۡمَةِ، (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ (حجۃ اللہ البالغہ) یہ ہماری عقل کی کوتاہی ہے کہ ہم ان کے اسرار غامضہ (گہرے راز) تک نہیں پہنچ سکتے۔ چوں کہ ہماری عقل اور علم دونوں ناقص ہیں اور رہ نمائی کے لیے کافی نہیں، اسی لیے انبیاء کو بھیجا گیا،

کتابیں نازل کی گئیں، تاکہ احکام الٰہی بندوں کو معلوم ہوں۔ حکمائے اسلام نے حج میں بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں اور ہر فعل کے اسرار علیحدہ ذکر کیے ہیں، جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ ہم صرف اجمالی طریق سے حج کی چند حکمتیں ذکر کرتے ہیں، ممکن ہے کہ ہر چیز کا فلسفہ تلاش کرنے والوں کے لیے کچھ موجب تسکین ہو:

۱:... ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر ملت میں یہ دستور رہا ہے اور ہے کہ اس کے پیرو کسی خاص مقدس مقام پر مجتمع ہو کر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں، ہر ایک دوسرے سے استفادہ کرتا ہے، اپنی قوت وشوکت کا اظہار کیا جاتا ہے اور اپنے شعائر کی تعظیم کی جاتی ہے، اس لیے امت محمدیہ کے لیے بھی بیت اللہ کو (جو معظم شعائر اسلام سے ہے) مقرر کیا گیا، تاکہ ہر سال اطرافِ عالم سے مسلمان وہاں اکٹھے ہوں اور باہمی استفادے کے ساتھ اسلامی شان وشوکت اور بیت اللہ کی عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

۲:... حج باہمی تعارف اور اتفاق واتحاد کے لیے ایک بہترین ذریعہ ہے، کیوں کہ حج کے موقع پر ملتِ اسلامیہ کا ایک عظیم الشان اور بے نظیر اجتماع ہوتا ہے۔ مشرق، مغرب، جنوب، شمال سے لوگ آتے ہیں اور باہمی الفت ومحبت وتعارف حاصل کرتے ہیں، جس کو آج کل کی اصطلاح میں تمام عالم کی اسلامی کانفرنس کہنا چاہیے، یہ ایسا عظیم الشان اجتماع ہے کہ دنیا میں کہیں اس کی نظیر نہیں ہے۔

۳:... حج کوئی نئی چیز نہیں ہے، قدیم زمانے سے حج ہوتا چلا آیا ہے۔ سب سے پہلے جب حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے جا کر حج کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتے اس بیت اللہ کا طواف تم سے سات ہزار سال پہلے سے کرتے ہیں۔ تمام عالم میں ہندوستان کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ پہلا حج ہندوستان سے کیا گیا ہے۔ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر چالیس حج کیے، تمام انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے، مگر بہت سی چیزیں تکبر، نخوت اور جہالت کی اپنے قیاسات فاسدہ سے اختراع کر کے شامل کر لی تھیں۔ شریعت محمدیہ میں ان کی اصلاح کی گئی ہے اور اصل عبادت کو باقی رکھا گیا ہے، تاکہ یہ قدیم عبادت باقی رہے اور شعائر الٰہیہ کی عظمت اور شوکت کا اظہار ہوتا رہے۔

۴:... جن مقامات پر حج کے افعال ادا کیے جاتے ہیں وہ خاص مقاماتِ مقدسہ ہیں، جہاں انبیاؑ اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں اور فیوض غیر متناہیہ (لامحدود احسانات) کا افاضہ ہوا تھا۔ جب حاجی وہاں جائے گا تو وہ سب حالات یاد آئیں گے اور ان کے واقعات کی یاد تازہ ہو جائے گی اور دل میں ان کے اتباع کا شوق اور ولولہ پیدا ہوگا اور جب ان کا اتباع کرے گا اور ان افعال کو ادا کرے گا تو اس پر بھی باری تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

۵:... انبیائے کرام کے واقعات کا استحضار اور ان کے اخلاق واوصاف اور صبر و رضا کا نقشہ جب سامنے ہوگا تو بے اختیار ان کی اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا، اس لیے حج تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کا بہترین ذریعہ ہے۔

۶:... خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والوں کے لیے حج ایک امتحان ہے، جو سچے عاشق ہیں وہ سب چیزوں کو خیر باد کہہ کر مستانہ وار نکل کھڑے ہوتے ہیں اور تکالیف ومصائب کی پرواہ نہیں کرتے اور جو محض نام کے مسلمان اور اغراض نفسانی کے بندے ہیں وہ سینکڑوں بہانے بنا کر حج جیسی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۷:... سفر دینی اور دنیوی لحاظ سے ایک بہترین چیز ہے۔ اس سے اقوام کے اخلاق وعادات کا پتہ چلتا ہے، مختلف تجربات اور دینی ودنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں۔ موجودہ اور سابقہ امتوں کے حالات اور مقامات کو دیکھ کر خاص عبرت حاصل ہوتی ہے۔ سفر حج کے کرنے والے جانتے ہیں کہ اس سفر سے بہتر کوئی دوسرا سفر نہیں، یہ سب چیزوں کے لیے جامع ہے۔

۸:... امت محمدیہ کے لیے ان مقامات کی زیارت اس وجہ سے بھی خاص طور سے قابل اہتمام اور حق تعالیٰ شانہ کی رضا حاصل ہونے کا ذریعہ ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ومسکن ہیں اور دینی حیثیت سے اس جگہ کو مرکزی شان حاصل ہے۔ بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، اس کی زیارت اور طواف اور وہاں نماز کا ادا کرنا گویا دربارِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

(جاری ہے)

دین کی پاسداری ہماری بقا کی ضامن

مولانا محمد اجمل قاسمی

اس دنیائے فانی کو کسی کل قرار نہیں، یہاں ہر آن تغیر ہے، ہر لحہ تبدیلی ہے، راحتیں کلفتوں میں تبدیل ہوتی ہیں، اور آزمائشیں کامرانیوں کی نوید بنتی ہیں، شر کے ہولناک اندھیروں کی جڑ سے خیر کے اجالے پھوٹتے ہیں، اور خیر کی بڑھتی روشنی پر شر کی سیاہی حاوی ہو جاتی ہے، کبھی عیش کی راحت بھری چھاؤں ہے، تو کبھی غم کی تپتی ہوئی دھوپ، اور انسانی زندگی ہے جو انہیں حالات کے درمیان جھول رہی ہے، راحتیں پیش آتی ہیں تو انسان اکڑتا اور اِتراتا ہے، اور اسے اپنا حق قرار دیتا ہے اور پریشانیاں گھیرتی ہیں تو گھبراتا اور منتیں کرتا ہے اور بہت جلدی مایوس ہونے لگتا ہے:

''لَا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ۔ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي۔۔۔ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ۔'' (فصلت:۴۹ وا۵)

ترجمہ: ''انسان کا حال یہ ہے کہ وہ بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اسے کوئی برائی چھو جائے تو ایسا مایوس ہو جاتا ہے کہ ہر امید چھوڑ بیٹھتا ہے، اور جو تکلیف اسے پہنچی تھی اگر اس کے بعد ہم اسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھا دیں تو وہ لازماً یہ کہے گا کہ یہ میرا حق ہے۔۔۔'' دوسری آیت میں فرمایا: ''اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو بدل لیتا ہے اور جب اسے کوئی برائی چھو جاتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔''

فرد کی زندگی میں بھی اتار چڑھاؤ ہے اور قوموں کی زندگی میں بھی نشیب و فراز ہے، کبھی قومیں بڑھتی اور چڑھتی ہیں اور کبھی رکتی اور سمٹتی ہیں، کبھی فتح کا پرچم لہراتی ہیں اور کبھی شکست و ریخت سے دوچار ہوتی ہیں، اللہ کو یہی منظور ہے، یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، غزوۂ احد میں صحابہ کرامؓ کی شکست کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنت کو بیان کیا ہے:

''إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔'' (آل عمران:۱۴۰)

ترجمہ: ''اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو (تمہارے دشمن) لوگوں کو بھی زخم پہلے لگ چکا ہے، یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں اور (تمہاری شکست سے) یہ مقصد تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے اور تم سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

قوموں کو جب عروج نصیب ہوتا ہے تو ان کے لیے اپنے دین دھرم، تہذیب و کلچر، زبان و ادب، علمی ورثے، تاریخی آثار اور قومی و ملی تشخص کی حفاظت کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، وہ اگر اس پہلو پر توجہ دیتی ہیں تو وہ ان چیزوں کی حفاظت کے ساتھ اس کو بآسانی فروغ بھی دیتی ہیں؛ بلکہ طاقت کے زور پر دوسری کمزور قوموں پر اپنی چیزوں کو تھوپنے پر بھی کامیاب ہو جاتی ہیں، انبیاء کرام کے مخالفین نے ہمیشہ اپنے مذہب اور قومی عادات کو انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں پر طاقت کے بل بوتے تھوپنے کی سرتوڑ کوششیں کی ہیں، کئی آیات میں یہ مضمون بیان ہوا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

''وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ۔'' (سورۃ ابراہیم:۱۳)

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا

تھا انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے یا (بصورت دیگر) تمہیں ہمارے دھرم میں واپس آنا پڑے گا؛ چنانچہ ان کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ یقین رکھو ہم ان ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔‘‘

لیکن جب قومیں سیاسی اعتبار سے مغلوب یا تعداد وسائل کے اعتبار سے کمزور اور محکومیت کی زنجیر کی وجہ سے بے بس ہوتی ہیں، جنہیں قرآن اپنے الفاظ میں ’’مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ‘‘ کے الفاظ سے بیان کرتا ہے، تو پھر ایسی قوموں کے لیے مخالف ماحول میں اپنے وجود اور تشخص کو باقی رکھنا بڑا چیلنج ہوتا ہے، جن قوموں کے پاس اپنا کوئی مذہب اور کوئی فلسفۂ حیات نہیں ہوتا یا اس طرح کے مخالف حالات سے نبرد آزما ہونے کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا، وہ تو بہت جلد ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر کے حالات سے صلح کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہیں، اور حکمراں قوم کے رنگ میں ڈھل کر جلد ہی اپنے وجود و تشخص کو کھودیتی ہیں۔

مگر جن قوموں کے پاس اپنا کوئی مذہب، تہذیب اور فلسفۂ حیات ہوتا ہے، ان کی تاریخ میں مخالف حالات سے نبرد آزما ہونے کے کامیاب تجربوں کے نمونے ہوتے ہیں، ان کے دین میں ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے رہنمایاں ہوتی ہیں، ایسی قومیں اپنی محکومیت و مغلوبیت کے زمانے میں طرح طرح کے نقصانات سے دوچار تو ضرور ہوتی ہے، ان کے بہت سے لوگ آزمائش کے بعض کٹھن موڑ پر ہمت ہار کر ساتھ چھوڑ بھی دیتے ہیں، بہت سے حصے ٹوٹ کر الگ بھی ہوجاتے ہیں؛ مگر وہ قومیں بحیثیت مجموعی اپنے وجود اور تشخص کی حفاظت میں بالآخر کامیاب ہوجاتی ہیں۔

یہود اپنی تاریخ کے طویل دور میں زبردست آزمائشوں اور سخت ترین غلامی کے دور سے گزرے ہیں، ان کی تاریخ کی دو بڑی تباہی کا ذکر خود قرآن میں اسراء کی آیت ۴ تا ۸ میں ہوا ہے، جن میں ایک تباہی ولادت مسیح سے پہلے اور دوسری ولادت مسیح کے بعد کی بتائی جاتی ہے، نزول قرآن کے بعد بھی یہودیوں کو مسلسل شکست وریخت اور نسل کشی کا سامنا کرنا پڑا ہے، ہٹلر کی نازی افواج کے ہاتھوں یہودیوں کی نسل کشی یہودیوں کی آزمائشی زنجیر کی ایک کڑی ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود یہودیت زندہ رہی، مذہب اور مذہبی کتابوں سے ان کی وابستگی ہی اس حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ رہی ہے۔ عیسائیت دنیا کے مختلف ملکوں میں اقلیت میں رہی اور محکومیت و مغلوبیت سے دوچار رہی؛ لیکن مذہبی رسومات سے وابستگی کی وجہ سے وہ ان ملکوں میں اپنے وجود کو بچانے میں کامیاب رہی۔

مسلمان بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں محکومیت اور غلامی کے سخت ترین دور سے گزرے، تاتاریوں کے ہاتھوں دارالخلافہ بغداد کی وسیع آبادی کو تہِ تیغ کیا گیا، شہر کو نذرِ آتش کیا گیا، کتب خانے جلادیئے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کا مکمل صفایا کرکے جارحیت کی بدترین مثال قائم کی گئی۔ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ترکی اور سویت یونین کے زیر اقتدار وسطِ ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اسلام کو مٹانے کی کیا کچھ کوششیں نہیں ہوئیں، اسلام، قرآن، دینی علوم اور حد یہ ہے کہ عربی زبان تک سے بھی مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دیا گیا، مسجدیں میوزیم میں تبدیل کردی گئیں، اسلامی سرگرمیاں یک لخت موقوف ہوگئیں، اور مدتوں فضا میں ایک سناٹا چھایا رہا؛ مگر ان سب کے باوجود مسلمانوں میں مسلمان ہونے کا شعور باقی رہا، گرچہ یہ شعور بعض مرحلوں میں اتنا کمزور اور مدھم ہوگیا کہ محسوس بھی نہیں کیا جاسکتا تھا؛ مگر اسلام سے وابستگی اور مسلمان ہونے کا یہی احساس انہیں دوبارہ اسلام کی طرف لانے میں معاون بنا؛ چنانچہ جیسے ہی جارحیت اور ظلم کے بادل چھٹنے، راکھ میں دبی ہوئی چنگاری شعلے میں تبدیل ہوگئی، اور ہر جگہ اسلام اور اسلامیت کے مناظر نظر آنے لگے، نئی نسلوں نے دین کی متاعِ گمشدہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حاصل کرنا شروع کیا اور ایک اسلامی لہر وجود میں آگئی۔ اسپین جہاں مسلمانوں کا صفایا ہی کر دیا گیا تھا، وہاں سے بھی اسلام کو ہمیشہ کے لیے نکالا نہ جاسکا؛ چنانچہ جب آمد و رفت کے تیز رفتار وسائل پیدا ہوئے، سفری آسانیاں وجود میں آئیں اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ ہوا، تو معاش کی تلاش میں مسلمان ایک بار پھر اس خطے میں داخل ہوئے؛ چنانچہ آج اسپین میں مسلمانوں کی تعداد ایک ملین سے زائد ہے، ان کے دینی مدارس ہیں، مساجد کی تعداد بارہ ہزار سے زائد ہے۔

ہندوستان میں اسلام مسلم تاجروں اور زیادہ تر صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کے ذریعے پھیلا، گرچہ یہاں مسلمانوں کی تعداد

کافی ہوگئی اور صدیوں ان کی حکمرانی قائم رہی؛ مگر رہے وہ ہمیشہ اقلیت میں ہی اور اس دورِ حکمرانی میں بعض مرتبہ ان کے سامنے اپنے وجود و بقا کا مسئلہ ایک مہیب چیلنج کی شکل میں سامنے آیا، دورِ اکبری میں دین الٰہی کے نام سے ایک سرکاری دین کو جاری کیا گیا، جو ہندومت اور عیسائیت کا آمیزہ تھا، اس نو ایجاد مذہب کو سرکاری مشینری کے بل بوتے ملک کے عوام پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، دربار اور درباریوں میں یہ نیا دین ضرور نافذ کرلیا گیا؛ مگر عوام نے عموماً اس مذہب کو مسترد کردیا، صوفیاء کرام نے ان کے دلوں میں ایمان کے جو دیپ جلائے تھے وہی ان کے دین کی حفاظت کا سبب بنے۔

جب مسلمانوں کا اقتدار جاتا رہا تو ایک بار پھر اس ملک میں مسلمانوں کی بقا کا مسئلہ ایک ہولناک شکل میں سامنے آیا، اب یہاں اسلام اور مسلمانوں کے بقا کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہی کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اسلام سے جوڑنے کی کوشش کی جائے اور ان میں اسلامیت کے شعور کو زندہ اور تیز کیا جائے، مختلف بہی خواہانِ اسلام نے اس مقصد کے لیے مختلف کوششیں کیں، جن میں دو بہت بنیادی کوششیں مدارس اسلامیہ اور تبلیغی جماعت ہیں، الحمدللہ! ان کے ذریعہ نہ صرف اس ملک میں اسلام اور مسلمان باقی رہے بلکہ دینی شعور اور اسلامی احکام کی بجا آوری میں یہاں کے مسلمان دنیا کے بیشتر مسلم ممالک کے مسلم باشندوں سے بھی فائق نظر آتے ہیں، اس کے علاوہ ان دونوں ذرائع سے اسلام اور علوم اسلامیہ کی عالمی سطح پر جو بے نظیر خدمات انجام دی گئیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔

مذہب کا قوموں کے وجود و بقا اور ان کے تشخص کی حفاظت میں بہت ہی بنیادی کردار ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس ایک ایسا دین ہے جو دین فطرت ہے، سدا زندہ اور پائندہ ہے، اس کی تعلیمات اتنی سچی اتنی اچھی اور اتنی واضح اور روشن ہیں کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح اجالی ہے، مخالف حالات میں فکر و تشویش تو فطری ہے، مگر کوئی وجہ نہیں کہ ایسے عظیم و شاندار دین کا حامل حالات اور موج حوادث سے گھبرا کر مایوس ہونے لگے، یہ دین ہی ہماری زندگی کا ضامن ہے بس شرط یہ ہے کہ ہم اس کی حفاظت کے ضامن بنیں، وہ ہمارا بہترین پاسبان اور محافظ ہے شرط ہے کہ ہم اس کی پاسبانی اور حفاظت کی ذمہ داری کا حق ادا کریں، اس کی تعلیمات کو عام کریں، اس کے احکام اپنی زندگی میں لائیں، یہ دین اور دینی شعور جب تک امت میں قائم ہے، امت بھی ہے، ارشاد باری ہے:

”یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللّٰهَ یَنصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔“

(سورۂ محمد:۷)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔ اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد کرنا ہے، ایمان والے جب اللہ کے دین کے حامی و مددگار رہوں گے تو اللہ ان کا ناصر و مددگار ہوگا، اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کے قدم جمادے گا اور اپنی طاعت پر پختگی اور پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔“ (روح المعانی)

دین پر ثابت قدمی اور استقامت کی اہمیت یوں تو ہر حال میں ہے؛ مگر جب امت مغلوبیت اور محکومیت کے دور سے گزر رہی ہو اور اس کو اس کے دین و تہذیب سے ہٹانے کے لیے سرتوڑ کوششیں خفیہ اور علانیہ جاری ہوں، تو ایسے مخالف اور حوصلہ شکن حالات میں استقامت اور دین پر مضبوطی سے جمنے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے، دین پر استقامت کے بغیر چیلنجز کے دور کو کامیابی سے عبور نہیں جاسکتا۔ مکہ مکرمہ میں جب اسلام سخت آزمائشی دور سے گزر رہا تھا اور اہل اسلام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ظلم و بربریت کے ہر حربے آزمائے جا رہے تھے، اس وقت ہدایت کے ان عظیم علمبرداروں کو جن کی تعداد مٹھی بھر بھی نہیں تھی مختلف انداز میں بار بار دین پر ثابت قدمی کے درس دیئے جاتے تھے۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے کہا کہ اللہ نے تمہیں وہی دین دیا ہے جو نوح کو پھر ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا گیا تھا اور ان سے اس دین کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس تمہید کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا:

”فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِن كِتَابٍ۔“ (الشوریٰ:۱۵)

ترجمہ: ”لہٰذا (اے پیغمبر یہ دین جس کی ان انبیاء نے دعوت دی) تم بھی اسی کی طرف

لوگوں کو دعوت دیتے رہو، اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے (اس دین پر) جمے رہو، اور ان (مشرک) لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو، اور کہہ دو کہ میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے اتاری ہے۔''

خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، مگر سنانا درحقیقت ایمان والوں کو ہے، حکم میں زور پیدا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے اور مزید زور پیدا کرنے کے لیے تمہید میں ان انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے جو مخالفت، دشمنی اور سازشوں کے بیچ دین کی دعوت دینے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے میں انبیاء کی صف میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں، اس انداز بیان سے ایمان والوں کو مخالف ماحول میں دین پر جمنے کی اہمیت بھی معلوم ہوگی اور ہمت و حوصلہ بھی ملے گا۔

دوسری جگہ دور مکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو دین پر جمنے اور ظلم پیشہ مشرکین کے طریقوں سے پرہیز کرنے کا حکم پوری قوت سے دیا گیا، ارشاد ہے:

''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ۔'' (هود:۱۱۲-۱۱۳)

ترجمہ: ''لہٰذا (اے پیغمبر!) جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق تم بھی سیدھے راستے پر ثابت قدم رہو، اور وہ لوگ بھی جو توبہ کر کے تمہارے ساتھ ہیں، اور حد سے آگے نہ نکلو، یقین رکھو کہ جو عمل بھی تم کرتے ہو وہ اسے پوری طرح دیکھتا ہے اور (اے مسلمانو!) ان ظالم لوگوں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا کبھی دوزخ کی آگ تمہیں بھی آ پکڑے، اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کسی قسم کے دوست میسر نہ آئیں، پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہ کرے۔''

مکی دور میں ہی توحید اور اس کے تقاضوں پر مضبوطی سے قائم رہنے پر ایمان والوں کو زبردست بشارتیں سنائی گئیں اور ان سے بڑے بڑے وعدے کیے گئے، چنانچہ فرمایا گیا:

''إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ۔'' (فصلت:۳۰-۳۲)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر بیشک فرشتے یہ کہتے ہوئے اتریں گے کہ نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم دنیا والی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی تھے، اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لیے ہے جس کو تمہارا دل چاہتا ہے، اور اس میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لیے ہے جس کو تم منگوانا چاہو، یہ سب کچھ اس ذات کی طرف سے پہلی پہلی میزبانی ہے، جس کی بخشش بھی بہت ہے، اور رحمت بھی کامل ہے۔''

جامع ترمذی میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمَرِ۔'' (جامع الترمذی:۲۲۶۰)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر مضبوطی سے جمنے والا ایسا ہوگا جیسے انگارے کو ہاتھ سے پکڑنے والا۔''

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں، خلاصہ حسب ذیل ہے:

''اس حدیث میں آگاہی بھی ہے اور رہنمائی بھی: آگاہی تو یہ ہے کہ آخر زمان میں شر و فتنے کے اسباب بہت بڑھ جائیں گے، اور دین کو مضبوطی سے تھامنے والے بہت تھوڑے رہ جائیں گے اور اس تھوڑی سی تعداد کو بھی دشمنوں اور ظالموں کے جبر و تشدد، نیز شکوک و شبہات اور شہوتوں کے فتنوں کی بہتات کی وجہ سے دین پر چلنے میں سخت حالات اور مشکلات کا سامنا ہوگا۔ یہ تو ہوئی آگاہی، جہاں تک رہنمائی کا تعلق ہے تو اس حدیث میں امت کو پیغام دیا گیا ہے کہ اس قسم کے سخت حالات پیش آ کر رہیں گے، لہٰذا انہیں اس کے لیے ذہن بنانا چاہیے، اور دین کی پیروی کی راہ میں جو بھی پریشانی آئے ہمت اور استقامت کے ساتھ اس کو برداشت

کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔جن لوگوں کو یہ حالات پیش آئیں وہ اگر مضبوطی اور پامردی سے دین پر ڈٹے رہیں گے تو ان کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک نہایت بلند ہوگا۔‘‘

(بہجۃ قلوب الابرار، حدیث:۹۹)

آج امت سخت حالات ومسائل سے دوچار ہے، ہر روز فتنوں اور آزمائشوں کی نئی یلغار ہے،لوگ سہم کے سنبھل نہیں پاتے کہ کوئی نیا سانحہ یا المیہ دستک دے رہا ہوتا ہے، جو خوف ودہشت اور مایوسی وناامیدی کی کیفیت میں مزید اضافہ کرجاتا ہے، یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ مسلمان ایسے حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہے،اس کی توقعات کچھ اور ہیں اور حالات اس کے بالکل برعکس اسے کچھ اور دکھاتے ہیں؛ حالاں کہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنہیں پیش آنا ہی ہے،اللہ کے رسول نے خبر دی ہے، آپ کی خبر غلط نہیں ہوسکتی، لہٰذا ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی،ہمیں یہ تسلیم کرکے زندگی جینی ہوگی کہ ناگواریاں اورناخوشگواریاں پیش آنی ہی ہیں اور یہ طے کرنا ہوگا کہ زمانہ ہمارے سامنے کیسے ہی حالات کیوں نہ لائے،موج حوادث ہماری راہوں میں کیسا ہی طوفان کیوں نہ برپا کرے ہمیں تو اللہ کے دین کو سینے سے لگائے رکھنا ہے اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا ہے۔

سوچ وفکر کے بدلنے سے ہمارے عزائم بدلیں گے، ہمارے اندر صبر، استقامت اور قربانی کے جذبات پیدا ہوں گے، بزدلی اور پس ہمتی، بہادری اور اولوالعزمی میں تبدیل ہوگی، اور ہماری راہ ہزار رکاوٹوں کے باوجود بھی آسان ہوتی چلی جائے گی اور اسی ایمانی عزم و ہمت کے ذریعے انشاء اللہ! ہم آزمائشی دور کو سر کرنے میں کامیاب ہوں گے، ہمارا دین بھی سلامت رہے گا اور ہم بھی بحیثیت ایک امت باقی رہیں گے۔

دل کے عزم وارادہ کے ساتھ اللہ سے دین پر استقامت اور ثابت قدمی کی دعا بھی کرنی ہے، انسان ضعیف البنیان ہے، اس کے عزم ارادے بھی کمزور ہیں، پھر سب کچھ کرنے دھرنے اور کامیابی سے ہم کنار کرنے والی ذات اللہ کی ہے،اس کی توفیق وتائید کے بغیر ہماری ہر کوشش وسعی لاحاصل ہے،قرآن پاک میں اللہ نے اپنے اولوالعزم بندوں کی دعائیں نقل کر کے ہمیں دعا کی تعلیم دی ہے ارشاد ہے:

’’قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ. وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ‘‘

(البقرۃ:۲۵۰)

ترجمہ:’’جن لوگوں کا ایمان تھا کہ وہ اللہ سے جا ملنے والے ہیں،انھوں نے کہا کہ نہ جانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں، اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں،اور جب یہ (ایمان والے تھوڑے سے لوگ) (دشمن کے نامور زور آور سپہ سالار) جالوت اور اس کے لشکروں کے آمنے سامنے

بقیہ:....مرزا قادیانی کی زندگی اور مذہب

’’سیرت المہدی‘‘ میں خود مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

’’مرزا صاحب نے گھر میں غیر محرم نوجوان لڑکیاں رکھی ہوئی تھیں۔نصف شب کو نوجوان مریدنیاں بدن دبایا کرتی تھیں۔عائشہ نامی پندرہ سالہ لڑکی دو سال تک مرزا قادیانی کی خدمت میں رہی اور اس کے پاؤں دبانے کی عادت مرزا صاحب کو بہت پسند تھی۔‘‘

قادیانی آرگن روزنامہ ’’الفضل‘‘ قادیان نے ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء کے شمارے میں اس بات کو تسلیم کیا کہ مرزا صاحب کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے تھے اور ایک قادیانی کی کتاب ’’خطوط امام بنام غلام‘‘ میں لکھا ہے کہ ’’مرزا صاحب ٹانک وائن شراب پیا کرتے تھے۔‘‘

یہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت اور دعوؤں کا ایک ہلکا سا خاکہ، جو خود قادیانی لٹریچر میں موجود ہے،لیکن قادیانی جماعت کی قیادت سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس جھوٹی نبوت کے ساتھ ابھی تک چمٹے ہوئے ہے، بلکہ ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعہ مرزا قادیانی کی زندگی کے اصل پہلوؤں کو عام لوگوں سے اوجھل رکھ کر دنیا بھر میں بہت سے لوگوں کو گمراہی اور انہیں جہنم کی طرف دھکیلنے کا سامان کررہی ہے۔

ہوئے تو انہوں کے کہا: اے پروردگار! صبرو استقلال کی صفت ہم پر انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اور ہمیں اس کافرقوم کے مقابلے میں فتح ونصرت عطافرمادے۔‘‘

یہ چند آیتیں پیش کی گئی ہیں، قرآن پاک میں ایسی آیتوں کی تعداد خاصی ہے جس میں مسلمانوں کو مشکل اور مخالف حالات میں دین کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید مختلف انداز میں آئی ہے۔

گزشتہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوئی کہ بحیثیت امت اپنی بقا کے لیے اپنے دین اور دینداری کی حفاظت انتہائی اہم ہے، لہٰذا ہر ملی شعور اور دینی درد رکھنے والے کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیت وحیثیت کے اعتبار سے اپنے دائرۂ اثر میں دین ودینداری کو عام کرنے کی کوشش کرے، اس فریضہ کو انجام دینے کے لیے پرانے وسائل کو بھی متحرک وفعال بنانا ہوگا، اور زمانہ نے ہمیں جو جدید وسائل دیئے ہیں ان کو بھی مثبت انداز میں بروئے کارلانا ہوگا، جس کا جو میدان ہے وہ اس میں کام کرے۔

ہماری بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم نے سارے ملی کاموں کی ذمہ داری چند تنظیموں، اداروں، تحریکوں اور چند شخصیات کو سونپ رکھی ہے اور ساری توقعات انہیں سے قائم کر کے خود ایک طرف بیٹھ گئے ہیں، ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے ہم انہیں کی طرف دیکھتے ہیں، مشورے دیتے ہیں، توقعات پوری نہ ہونے پر لعن طعن کرتے ہیں اور خود کسی سطح پر اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے، بلاشبہ تنظیموں، بااثر اداروں اور شخصیات کی ذمہ داری عام لوگوں سے بہت زیادہ ہے؛ مگر کام بہت ہے، تنہا تنظیمیں اور بااثر ادارے انجام نہیں دے سکتے، ان کے وسائل بھی محدود ہیں، ضروری ہے کہ ہم میں ہر شخص اپنی ذمہ داری محسوس کر کے اپنا کردار ادا کرے، عام مسلمانوں میں دینداری پیدا کرنے کے لیے مسجد ایک بہت اہم پلیٹ فارم ہے، تیاری کے ساتھ جمعہ میں تقریریں کی جائیں، حالات اور ضرورت کے اعتبار سے صحیح دینی رہنمائی لوگوں کو پیش کی جائے، درس قرآن اور درس حدیث کے حلقے قائم کیے جائیں، رمضان میں مسائل کا حلقہ قائم کریں، گاؤں اور محلہ کے جو بچے عصری اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں چھٹیوں میں ان کے لیے خصوصی اسلامک کورس کا اہتمام کریں، یہ کام تقریباً ہر عالم دین اپنے ساتھیوں کے تعاون سے انجام دے سکتا ہے۔

ہماری ایک بہت بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی ملکی پیمانے پر کوئی انقلاب لانا چاہتا ہے؛ حالانکہ ایسا اس کے بس میں نہیں اور اپنے محلہ اور بستی میں انقلاب لاسکتا ہے؛ مگر اس طرف توجہ نہیں، ہمیں حقیقت پسند بننا ہوگا اور اپنے اس غلط رویئے کو سدھارنا ہوگا۔

ہم عاجز وناتواں بندے اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں، ہر حال میں دین پر استقامت اور اسلام پر جینے اور مرنے کی توفیق کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ پوری امت کے حال پر رحم فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرمائے، آمین!

۞۞..........۞۞

بقیہ:.... اداریہ

انقلاب آجائے۔ جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا تارک اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے، اس کا حج مقبول نہیں۔ آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے اور سوائے اشد ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ دُنیا کا ساز وسامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا بُرا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے، لیکن حرم شریف سے میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دُوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔ وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں۔ چونکہ حج کے موقع پر اطراف واکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کردیں، بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں: ا:......نمازِ فجر سے بعد اِشراق تک اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں، لیکن بہت سے لوگ دُوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔ ۲:......اِحرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دُعا فرمائی ہے اور قینچی یا مشین سے بال اُتروالینا بھی جائز ہے۔ اِحرام کھولنے کے لئے کم از کم چوتھائی سر کا صاف کرانا یا کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اِحرام نہیں کھلتا، لیکن بے شمار لوگ جن کو صحیح مسئلے کا علم نہیں، وہ دُوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اُوپر سے چند بال کٹوالیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اِحرام کھول لیا، حالانکہ اس سے ان کا اِحرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور اِحرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ دَم واجب ہوجاتا ہے۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں بلکہ اہلِ علم سے مسائل کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔

حضرت شیخ بنوریؒ کا مشرقی افریقا کا سفر

تحریر:.... حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

ہمارے حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے فوراً بعد افریقا کا سفر کیا۔ اس وقت (۲۰۱۵ء) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر آپ کے رفیق تھے۔ آپ نے سفر کی روئیداد لکھی جو یہ ہے:

”پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش تھی کہ علمائے کرام کا ایک وفد ان افریقی ممالک کا دورہ کرے جہاں قادیانی مراکز قائم ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو اس فتنے کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور وہ ان کے فریب میں نہ آئیں۔ اس سلسلہ میں پہلا ٹھوس قدم آپ نے یہ اٹھایا کہ وہ دستاویزات جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کی گئی تھیں وہ اردو زبان میں تھیں۔ اس کا عربی ترجمہ کرنے کے لئے اس خادم کو حکم فرمایا۔ الحمدللہ! کہ ترجمہ مکمل ہوگیا اور حضرت شیخ کی خواہش پر بہت جلد اس کی طباعت بھی مکمل ہوگئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس سفر میں جہاں بھی جانا ہوگا وہاں کے اہل علم حضرات کو یہ کتاب ”موقف الامة الاسلامية من القاديانية“ پیش کی جائے۔ تاکہ ان کے پاس اس کے بارے میں ایک مستند دستاویز رہے جس سے وہ صحیح معلومات حاصل کرسکیں۔

چنانچہ یہ طے پایا کہ یہ سفر شوال المکرم ۱۳۹۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۵ء میں حرمین شریفین سے شروع کیا جائے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں حسب معمول عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا۔ اسی دوران آئندہ شروع ہونے والے سفر کے بارے استخارہ فرمایا۔ فرمانے لگے کہ اس سفر کے لئے چھ، سات استخارے کئے ہیں اور خواہش تھی کہ کوئی خیر کا مانع درپیش ہوجائے اور میں رہ جاؤں اور سفر نہ کروں۔ لیکن اگر قدرت کو میرا جانا ہی منظور ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ میں تو ایک دین کا سپاہی ہوں اور سپاہی کا کام حکم بجالانا ہے۔

مدینہ منورہ میں سہ رکنی وفد کی تشکیل عمل میں آئی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تقی عثمانی اور خادم (راقم الحروف)، مدینہ منورہ سے جدہ پہنچے۔ وہاں بعض ممالک کے ویزے حاصل کئے اور ۷؍شوال المکرم ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۵ء یہ وفد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جدہ سے بذریعہ پی۔آئی۔اے روانہ ہوا اور صبح ساڑھے چھ بجے کینیا کے دارالحکومت نیروبی پہنچ گئے۔ ایئرپورٹ پر مولانا مطیع الرسول صاحب (مبعوث دارالافتاء ریاض) اور شہر کے دوسرے سربرآوردہ حضرات نے استقبال کیا۔

نیروبی میں چار روز تک قیام رہا۔ اس دوران شہر کی مختلف مساجد میں عشاء کی نماز کے بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہوتا رہا۔ جہاں اردو جاننے والے مسلمان تھے۔ وہاں اردو میں اور جہاں افریقی مسلمان تھے وہاں عربی میں اور ساتھ ساتھ مقامی سواحلی زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ ان خطابات میں جن موضوعات پر بیان ہوا ان میں اہم موضوعات یہ ہیں۔ اللہ اور رسول کی محبت وطاعت، عجائب قدرت، صفات رسالت، اخلاص، محبت، اتحاد، عقیدۂ ختم نبوت اور اس کی حفاظت، قادیانیت اور اس کا پس منظر۔ وغیرہ!

نیروبی میں قادیانیوں کا ایک مرکز ہے۔ کینیا کے بعض دوسرے شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں۔ جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بعض دوستوں نے سنایا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا اس کے سرورق پر انہوں نے مرزا قادیانی

کی تصویر بھی چھاپ دی۔ ایک قادیانی نے جب مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو متنفر ہوکر کہنے لگا کہ یہ پیغمبر کی شکل نہیں ہوسکتی اور قادیانیت سے توبہ کرکے مسلمان ہوگیا۔

نیروبی میں مسلمان کی بھی مختلف انجمنیں قائم ہیں جو دینی کام کرتی ہیں۔ ان کی نگرانی میں کچھ دینی ابتدائی مدارس اور یتیم خانے قائم ہیں، جن میں افریقی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان مدارس میں افریقی اساتذہ کے علاوہ پاکستانی مدرسین بھی کام کررہے ہیں۔ جن کو دارالافتاء ریاض (سعودی عرب) نے بھیجا ہے اور یہ حضرات اچھا کام کررہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان جمعیات کے ذمہ دار حضرات اور مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے اپنے سفر کا مقصد بیان فرمایا اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے اہم تبلیغی مقاصد میں عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کو بھی شامل کرلیں اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کریں جس پر سب نے لبیک کہا اور جو حضرات پہلے سے اس کام میں دلچسپی رکھتے تھے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ علماء کو کتاب ’’موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ‘‘ پیش کی گئی۔ نیز مقامی علمائے کرام کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کے نام سے تنظیم قائم کرکے باقاعدہ کام شروع کریں۔ چنانچہ وہ حضرات اس بات پر آمادہ ہوگئے۔ البتہ انہوں نے اتنی مہلت طلب کی کہ وہ سوچ سمجھ کر اس کے لئے مناسب افراد کا انتخاب کرلیں اور جب واپسی پر ہمارا نیروبی سے گزر ہوگا وہ اپنے آخری فیصلے سے ہم کو آگاہ کردیں گے۔ نیروبی میں آئندہ سفر کا پروگرام یہ طے پایا کہ کینیا کے علاوہ تنزانیہ، زمبیا اور یوگنڈا میں بھی ہمارے وفد کو جانا چاہئے۔ ان ممالک میں بھی کام کی سخت ضرورت ہے۔ نیز یہ سفر ہوائی جہاز سے ہو۔ کیونکہ مسافت کافی لمبی ہے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صحت اس قابل نہیں کہ خشکی کا سفر برداشت کرسکیں۔

۱۶؍ اکتوبر کو کینیا کے دوسرے شہر ’’ممباسا‘‘ کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۵؍اکتوبر کو ہمارے رفیق سفر مولانا تقی عثمانی صاحب کا کراچی سے فون آگیا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو ہسپتال میں داخل کردیا گیا ہے۔ اس لئے آپ جلد از جلد پہلی فلائٹ سے کراچی پہنچ جائیں۔ چنانچہ وہ ۱۶؍اکتوبر کو کراچی روانہ ہوئے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور خادم ’’ممباسا‘‘ روانہ ہوگئے۔ ممباسا ایئرپورٹ پر مولانا ابراہیم صاحب مبعوث دارالافتاء ریاض اور شہر کے دوسرے حضرات گاڑیاں لے کر استقبال کے لئے پہنچ چکے تھے۔

ممباسا میں بھی قادیانی مرکز قائم ہے اور مسلمانوں کی انجمنیں بھی قائم ہیں۔ مسجدیں بکثرت موجود ہیں۔ یہاں بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان مختلف مساجد میں ہوا اور اردو اور عربی دونوں زبانوں میں۔ یہاں بھی مختلف علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور انہیں عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا گیا اور مذکورہ کتاب کے نسخے پیش کئے گئے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ صالح، ممباسا کے قاضی شیخ الحسن المعمری اور ممباسا کے مشہور خطیب شیخ سعید احمد سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے ذریعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈال دی گئی۔ الحمدللہ! کہ یہ سفر کافی کامیاب رہا۔

۱۸؍ اکتوبر کو ممباسا سے تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام پہنچے۔ ایئرپورٹ پر مولانا قاسم کاظم (مبعوث دارالافتاء ریاض، سعودی عرب) اور مقامی مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ دارالسلام اور تنزانیہ کے بعض دوسرے شہروں میں قادیانی مراکز قائم ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی صرف ایک تنظیم قائم ہے جس کے عہدہ دار یہاں کی حکومت منتخب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو انجمن وغیرہ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اس تنظیم کے عہدہ داروں کے علاوہ مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انفرادی طور پر اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کریں۔ یہاں کی مساجد میں بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہوا۔ جس کا ترجمہ خادم نے پیش کیا۔

دارالسلام میں مصری حکومت کی طرف سے ’’المرکز الاسلامی‘‘ کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے، جو مسجد، مدرسہ اور دواخانہ پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور مرکز کے مدیر اور اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی اور عربی زبان میں ان سے تبادلۂ خیالات فرمایا اور ان کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مذکورہ

کتاب کے نسخے بھی پیش کئے۔ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی قبول کیا اور نہایت محبت واخلاص سے رخصت کیا۔

۲۰/ اکتوبر کو دارالسلام سے زیمبیا کے دارالحکومت ’’لوساکا‘‘ کے لئے روانہ ہوئے۔ دو گھنٹہ کی پرواز کے بعد لوساکا پہنچے۔ ایئرپورٹ پر مولانا عبداللہ منصور، بھائی یوسف اور دوسرے مقامی حضرات انتظار میں تھے۔ یہاں بھی شہر میں ایک قادیانی مرکز ہے۔ لیکن الحمدللہ! کہ یہاں کے مسلمان اس فتنہ سے باخبر ہیں اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو اس کے خلاف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

لوساکا میں ایک بڑی جامع مسجد ہے اور دو چھوٹی مسجدیں ہیں۔ مسجدیں نہایت صاف ستھری، قالین بچھے ہوئے، طہارت کا بہت اچھا انتظام ہے۔ ٹھنڈا، گرم پانی موجود رہتا ہے اور تولئے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ قائم ہے جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور دینی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ بچے صبح سکول جاتے ہیں اور شام کو ان مدارس میں پڑھتے ہیں۔ ان مدارس میں تعلیم دلانے کے لئے مدرسین اور قاری حضرات ہندوستان سے بلائے گئے ہیں جو اچھا کام کر رہے ہیں۔ مسجدیں پانچوں وقت آباد رہتی ہیں اور مسلمان دور دور سے موٹروں میں نماز ادا کرنے وہاں آتے۔ یہاں کے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر ضلع گجرات اور سورت سے ہے جن کے آباء واجداد کافی عرصہ پہلے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اور ان حضرات کا زیادہ تر پیشہ تجارت ہے۔

حضرت شیخؒ مسجدوں کی آبادی اور دینی مدارس سے بہت خوش ہوئے اور آپ جہاں بھی دینی کام ہوتا دیکھتے آپ کو روحانی مسرت ہوتی تھی۔ نیز مسجد اور مدرسہ کا نظام ان مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے جو غیر مسلم ممالک میں آباد ہیں اور اپنی نئی نسل کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام سے روشناس کرانے اور اسلام پر قائم رکھنے کے خواہشمند ہیں۔

لوساکا میں بھی الحمدللہ! صبح وشام علمائے کرام اور عام مسلمانوں سے ملاقاتیں اور حضرت شیخؒ کا خطاب ہوتا رہا جس میں زیادہ تمسک بالدین اور دین کے لئے کام کرنے پر دیا گیا۔ نیز اللہ اور رسول ﷺ کی محبت، ان کی صفات، عجائب قدرت، ختم نبوت اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر بیان ہوتا رہا۔ لوساکا میں مولانا عبداللہ منصور کی امارت میں ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کی بنیاد ڈال دی گئی جس کا مرکز لوساکا میں ہوگا اور وہ ملک کے دوسرے شہروں میں بھی اپنی شاخیں قائم کرے گی۔

لوساکا میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع جمعہ کے روز وہاں کی بڑی جامع مسجد میں ہوتا ہے جس میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ اسلامی ممالک کے سفارتی نمائندے بھی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ یہاں دو جمعے پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ جمعہ سے پہلے اردو میں خطاب فرمایا۔ جس میں اسلام کی عظمت، عقیدۂ ختم نبوت، فتنہ قادیانیت اور اس کا پس منظر اور اس کی تاریخ بیان فرمائی اور یہاں کے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل پیش فرمایا۔ اسی مضمون کو خادم نے خطبہ جمعہ میں عربی میں پیش کیا جس میں عربی جاننے والے حضرات مستفید ہوئے اور حضرت نے دعائیں دیں۔

لوساکا کے علاوہ زیمبیا کے چند دوسرے شہروں میں بھی جانا ہوا جن میں انڈولا، کفولے اور چپاٹا قابل ذکر ہیں۔ چپاٹا جو لوساکا سے ۳۸۰ میل دور ہے اور موزمبیق کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خالص مسلمانوں کا شہر ہو۔ تجارت عموماً مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ شہر کے وسط میں خوبصورت جامع مسجد ہے جس میں پانچ اوقات بکثرت نمازی آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عبادت اور صلاح کے آثار نمایاں ہیں۔ بوڑھوں میں سو فیصد اور جوانوں میں ننانوے فیصد داڑھی والے ہیں۔ ان میں ایسے افراد بھی دیکھے جو کہ ’’ورجل قلبہ معلق بالمساجد‘‘ کے مصداق ہیں۔ مسجد کے متصل ایک دینی مدرسہ ہے جس میں مسلمان بچے اور بچیاں سکول کے اوقات کے علاوہ قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور روحانی مسرت کا اظہار فرمایا۔ جامع مسجد میں خطاب عام کے علاوہ قرآن کریم کا درس بھی دیتے رہے جس میں وہی بنیادی موضوعات پر بیان ہوا۔ جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ نیز وہاں کے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ مقامی باشندوں سے ایسا سلوک اختیار کریں جو ایک مسلمان کے شایان شان ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

مرزا قادیانی کی زندگی اور مذہب

ایک نظر میں

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

قادیانی مذہب کے بانی غلام احمد قادیانی ہیں، جنہوں نے یہ دعویٰ کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، انہیں نبوت و رسالت کے منصب سے نوازا گیا ہے، اب دنیائے انسانیت کی نجات ان کی پیروی میں ہے، انہیں ماننے والے ہی مسلمان کہلائیں گے اور فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوں گے اور ان کی نبوت اور وحی پر ایمان نہ لانے والے انسان خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو نجات سے محروم ہوں گے اور جہنم میں جائیں گے۔

مرزا صاحب نے اپنی اس نئی وحی اور نبوت کے اعلان کے ساتھ مسلمانوں کے مندرجہ ذیل اجتماعی عقائد سے انحراف کیا اور کہا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے یہ عقائد درست نہیں ہیں اور ان کے مقابلہ میں جو عقائد وہ پیش کر رہے ہیں وہی صحیح اور واجب الایمان ہیں، جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص نجات کا حق دار نہیں ہوسکتا ہے:

☆... مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول ہیں، ان کے بعد قیامت تک کسی کو نئی نبوت نہیں ملے گی۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ نبوت و رسالت کا دروازہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند نہیں ہوا اور نہ ہی وحی منقطع ہوئی ہے، بلکہ قیامت تک نئے نبی آتے رہیں گے اور وحی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

☆... مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبوت وہبی منصب ہے، یعنی اس میں کسی شخص کی محنت کا دخل نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ساتھ انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کا خود انتخاب فرمایا ہے۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے کہ نبوت کسبی چیز ہے، جو محنت اور ریاضت کے ذریعہ بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور کوئی امتی عبادات اور مجاہدات کر کے بھی نبوت کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

☆... مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سولی پر نہیں چڑھا سکے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت ابھی تک نہیں آئی، وہ زندہ حالت میں آسمانوں پر اٹھا لیے گئے تھے۔ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، امام مہدی کے ساتھ مل کر خلافت قائم کریں گے، ان کی شادی ہوگی، بچے ہوں گے، پھر مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوگی اور وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے، جہاں ان کے لیے قبر کی جگہ اب بھی خالی ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔

☆... مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور حضرت امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے، جو ان کا استقبال کریں گے۔ دونوں کی نشانیاں پوری وضاحت کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث میں موجود ہیں اور ان کے بارے میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دونوں ایک ہی شخصیت ہیں، جو مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ظاہر ہو چکی ہے اور احادیث میں عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں جتنی نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں وہ مرزا قادیانی میں موجود ہیں، اس لیے وہ عیسیٰ ہیں اور وہی مہدی ہیں۔ ان کے علاوہ اب کسی عیسیٰ اور مہدی کا ظہور نہیں ہوگا۔

☆...مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد اسلام کے احکام میں سے ہے جو قیامت تک جاری رہے گا اور جب بھی ضرورت پڑے گی مسلمان شرعی احکام کے مطابق کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے پابند ہوں گے۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ مسلح جنگ کی صورت میں جہاد ان کے آنے کے بعد منسوخ ہوگیا ہے، اب صرف زبان اور قلم کے ذریعہ تبلیغ و دعوت کو جہاد کہا جائے گا اور ان کی نبوت و رسالت کا سب سے بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ ہتھیار کے ساتھ جہاد کو ہمیشہ کے لیے منسوخ کر دیا جائے۔

....

یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے اجتماعی عقائد کے خلاف الگ موقف اختیار کیا اور اس کی بنیاد پر ایک نئے مذہب کا آغاز کیا۔ مرزا قادیانی کی تحریروں میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں، جن کی وجہ سے امت مسلمہ کے علماء کرام نے متفقہ طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج اور اسلام سے ہٹ کر ایک نئے مذہب کے پیروکار قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان متحدہ ہندوستان میں آزادی کی جنگ لڑنے والے مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا ساتھی تھا اور خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''تحفہ قیصریہ'' ص ۱۶ میں لکھا ہے کہ:

''میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔''

۱۸۵۷ء میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی تھی، جسے مرزا قادیانی نے مفسدہ (فساد) قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس معرکہ میں ان کے والد نے پچاس گھوڑوں اور سواروں کے ساتھ انگریزوں کی مدد کی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ولادت پنجاب کے ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان میں مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جو زیادہ تر فارسی، عربی اور قرآن و حدیث پر مشتمل تھی مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ جوان ہونے پر کچھ عرصہ والد کا زمینداری میں ہاتھ بٹاتے رہے، پھر ایک واقعہ ہوا جس کی وجہ سے شرمساری کے باعث گھر نہیں گئے اور سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں محرر کے طور پر ملازمت اختیار کر لی۔ یہ واقعہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب ''سیرۃ المہدی'' میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کے والد نے اپنی پنشن وصول کرنے کے لیے بھیجا جو اس وقت سات سو روپے سالانہ تھی۔ مرزا صاحب نے اپنے والد کی پنشن وصول کر لی، مگر ان کے ساتھ ایک رشتہ دار مرزا امام دین تھا، جس کے ورغلانے پر انہوں نے وہ رقم اس کے ساتھ ادھر ادھر گھوم پھر کر خرچ کر ڈالی اور پھر شرم کے مارے گھر جانے کی بجائے سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی۔ ملازمت کے دوران مرزا غلام احمد قادیانی کا تعلق سیالکوٹ کے ایک پادری ٹیلر سے ہوا، جو چار سالہ مدت ملازمت کے دوران مسلسل جاری رہا اور اس نے دوستی کی شکل اختیار کر لی۔''

قادیانیوں کی شائع کردہ کتاب ''مسیح موعود کے مختصر حالات'' میں لکھا ہے کہ:

''مذہبی معاملات پر دونوں کی گفتگو کئی کئی گھنٹے جاری رہتی تھی۔ پادری ٹیلر کے ہندوستان سے واپس چلے جانے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ملازمت ترک کر دی اور قادیان واپس جا کر ایک مذہبی مبلغ اور مصلح کے روپ میں زندگی کے نئے دور کا آغاز کیا۔''

مرزا قادیانی نے اپنی مذہبی زندگی اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ایک مبلغ اور مناظر کے طور پر شروع کی اور اشتہارات اور رسائل کے ذریعہ عیسائی پادریوں اور ہندو مبلغوں کو چیلنج دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مرزا قادیانی کو فلسفیانہ گفتگو اور مناظرانہ طریقوں پر عبور حاصل تھا، اس لیے مسلمانوں میں ان کے لیے دلچسپی پیدا ہونے لگی اور آہستہ آہستہ ایک اچھی خاصی جماعت ان کے ساتھ منسلک ہو گئی۔ چونکہ مقابلہ عیسائی پادریوں اور ہندو مبلغوں سے تھا، اس لیے بہت سے علماء کرام نے بھی ان کی حوصلہ

افزائی کی اور جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ ان کے ہمدردوں اور ساتھیوں کا ایک حلقہ وجود میں آ گیا ہے تو آہستہ آہستہ دعوؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پہلے یہ دعویٰ کیا کہ ان پر الہام ہوتا ہے، پھر کہا کہ وہ مہدی ہیں، پھر کہا کہ وہ مسیح ہیں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح ابن مریم کی دنیا میں تشریف آوری کی خبر دی ہے وہ وہی ہیں، جبکہ عیسیٰ ابن مریم کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ ان پر وحی آتی ہے اور انہیں نبوت و رسالت کا منصب عطا کیا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی ان کے اپنے الفاظ میں اس طرح ہیں:

☆''.... مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔'' (اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' بحوالہ تبلیغ رسالت، ص ۱۸)

☆''.... میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں موجود ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، ۱۹۵)

☆''.... جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اس کا ان ہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا اور امتی بھی۔'' (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، ص ۲۶)

☆''.... احادیث نبویہ میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔'' (حقیقۃ الوحی، ص ۳۹۰)

☆''.... مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات، انجیل اور قرآن کریم پر۔'' (اربعین نمبر ۴، مصنفہ مرزا قادیانی)

☆''.... اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔'' (حقیقۃ الوحی، ص ۳۹)

☆''.... آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔'' (تبلیغ رسالت، جلد ۹)

☆''.... اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں، نہ نیا نبی اور نہ پرانا، بلکہ خود محمد رسول اللہؐ ہی کی چادر دوسرے کو پہنا دی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔'' (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی، منقول از ''جماعت مبایعین کے عقائد صحیحہ''، مطبوعہ قادیان، ص ۱۷)

☆''.... اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا، جیسا کہ آیت ''آخرین منھم'' سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہیں، جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں۔'' (کلمۃ الفضل، مصنفہ مرزا بشیر احمد، ص ۱۵۸)

☆''.... اگر میری گردن پر دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم کہو کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تو جھوٹا اور کذاب ہے۔ آپؐ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔'' (انوار خلافت، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود، ص ۶۵)

☆''.... حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آ جانا یہ ان پر تہمتیں ہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، ص ۲۳۰)

☆''.... یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں، یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں۔'' (کشتی نوح، ص ۱۶)

مسلمانوں کے بنیادی اور اجتماعی عقائد سے اس انحراف کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو کافر اور مرتد قرار دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے جانشینوں نے بھی مرزا قادیانی کے ان دعووں اور عقائد پر ایمان نہ لانے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا کہ:

''کُل مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے

حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘

(آئینہ صداقت،ص ۳۵)

اس سے یہ بات دونوں کے نزدیک طے ہوگئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں کو تسلیم نہ کرنے والے دنیا بھر کے مسلمان الگ مذہب کے پیروکار ہیں اور مرزا قادیانی کو ماننے والے ان سے الگ مذہب رکھتے ہیں۔ چنانچہ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات تجویز کی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ سمجھا جائے اور ایک نئے مذہب کا پیروکار قرار دیا جائے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے یہ بھی کہا کہ قادیانی مذہب یہودیت کا چربہ ہے اور اس کے عقائد کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر پنڈت جواہر لال نہرو سے ان کی خط و کتابت بھی ہوئی اور علامہ اقبالؒ نے پنڈت نہرو کے نام اپنے خطوط میں اپنے موقف کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ اس موقع پر جب پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ علامہ اقبالؒ کی خط و کتابت ہو چکی تھی، قادیانیوں نے لاہور میں پنڈت نہرو کو استقبالیہ دیا اور اس کی وجہ اس وقت کے قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبہ جمعہ میں یہ بیان کی کہ:

’’اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کر دیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے لیے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کر دیں گے جیسا کہ احرار نے کیا ہوا ہے، تو اس قسم کا استقبال بے غیرتی ہوتا، لیکن اگر اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ قریب کے زمانہ میں ہی پنڈت صاحب نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیے جانے کے لیے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گزشتہ رویہ کے خلاف ہے، تو ایسے شخص کا جبکہ وہ صوبے میں مہمان کی حیثیت سے آ رہا ہو، ایک سیاسی انجمن کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے۔‘‘

(اخبار الفضل، قادیان، ۱۱ جون ۱۹۳۶ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں اور واقعات کا سب سے دلچسپ پہلو وہ ہے جس کا تعلق ان کی پیش گوئیوں سے ہے اور جن کے پورا نہ ہونے پر مرزا قادیانی کو نہ صرف ذلت اٹھانا پڑی، بلکہ طرح طرح کی تاویلیں کر کے انہوں نے اپنے لیے جگ ہنسائی کا سامان فراہم کیا۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت محمدی بیگم والی پیش گوئی نے حاصل کی جو خود مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی بیٹی تھی اور مرزا قادیانی کے اصرار بلکہ دھمکیوں کے باوجود اس نے محمدی بیگم کا رشتہ مرزا غلام احمد قادیانی کو دینے سے انکار کر دیا تھا، بلکہ اس کی شادی مرزا سلطان احمد سے کر دی تھی۔ اس پیش گوئی کو خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ان الفاظ سے بیان کیا کہ:

’’خدائے تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں محمدی بیگم انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو، لیکن آخر کار ایسا ہی ہو گا اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘

(ازالہ اوہام،ص ۳۹۶)

مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو اپنے سچا یا جھوٹا ہونے کا معیار قرار دیا اور کہا کہ:

’’میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آ جائے گی۔ اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرے گا۔‘‘ (انجام۔۔۔۔حاشیہ،ص ۲۱)

مگر مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی کی وفات سے کافی دیر بعد تک مرزا سلطان احمد زندہ رہا اور محمدی بیگم اس کی بیوی رہی۔ اس کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ باکرہ کی حالت میں ہوا، اور نہ ہی بیوہ ہو کر وہ مرزا صاحب کے نکاح میں آئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ذاتی کردار کے حوالہ سے بھی خود قادیانی لٹریچر میں ایسی باتیں موجود ہیں جو کسی بھی شخص کے کردار کو مشکوک بنا دینے کے لیے کافی ہیں۔ مثلاً

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

دارالعلوم دیوبند اور عیسائیت کا تعاقب

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

دیوبند، ضلع سہارنپور، ہندوستان میں چند اللہ والے سر جوڑ کر بیٹھے اور انہوں نے مسلمانوں کے علوم، ثقافت، کلچر، زبان کو محفوظ کرنے پر غور وفکر کیا اور ۱۵ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ر مئی ۱۸۶۶ء ایک پرانی چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت تلے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ پہلی اینٹ ایک مجذوب سیرت بزرگ سیّد منے شاہؒ سے رکھوائی۔ ایک استاذ ملا محمود، ایک شاگرد محمود جو بعد میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے نام سے مشہور ہوئے۔ بانیان ادارہ کے اخلاص کی برکت سے ’’مدرسہ اسلامیہ‘‘ دارالعلوم بلکہ ایک تحریک بن گیا، جس نے اپنی ایک سو اکسٹھ سالہ تاریخ میں مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کی دینی و تعلیمی زندگی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آج دارالعلوم کا فیضان پوری دنیا میں محسوس ہو رہا ہے۔ اس کے فضلاء اور بانیان نے پوری دنیا میں مسیحیوں کے دانت کھٹے کئے اور مسیحی مبلغین و پادریوں کو چاروں شانے چت کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے پہلے مولانا آل حسن موہانیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ جیسے بزرگوں نے تردیدِ مسیحیت کی جو روایت قائم کی، دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام اور فضلاء نے اسے مزید پروان چڑھایا۔

ردِ مسیحیت کے سلسلہ میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (متوفی ۱۸۸۰ء) کی خدمات پر اگر نظر کی جائے تو مولانا نانوتویؒ جن دنوں مطبع مجتبائی میں تصحیح کا کام کرتے تھے۔ دینی علوم کے طلبا کو اپنے طور پر درس دیتے تھے۔ دہلی ایک عرصہ سے مسیحی مبلغین کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ مسیحی مبلغین اپنے قائم کردہ اسکولوں، ہسپتالوں اور پریس کے ذریعہ اشاعت مسیحیت کے ساتھ ساتھ بر سرِ عام عیسائیت کا پرچار کرتے اور مسلمان علماء کرام کو مناظرے کا چیلنج دیتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ نے عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے شاگردوں کی ایک کھیپ تیار کی، جو پادریوں کی طرح چوکوں اور چوراہوں میں کھڑے ہو کر ان کا جواب دینے لگے۔ ایک دن خود بھی نام ظاہر کئے بغیر مجمع میں جا پہنچے، پادری ’’تارا چند‘‘ جس کا مسیحی حلقوں میں بڑا نام تھا، گفتگو کر رہا تھا۔ حضرت نانوتویؒ نے اپنے سوالات کے ذریعہ ۱۸۷۰ء میں اسے خاموش ہونے پر مجبور کر دیا، جس سے اہلِ اسلام میں وہ ایک مناظر اسلام کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اور مولانا ابوالمنصور ناصرالدین دہلویؒ جیسے مناظرین اسلام سے متعارف ہوئے جو اس میدان میں وسیع تجربہ رکھتے تھے۔

میلہ خداشناسی:

۱۸۷۵ء کے اخبارات میں ’’میلہ خداشناسی‘‘ کے نام پر ایک بین المذاہب مباحثہ کا اشتہار شائع ہوا۔ میلے کا داعی مشن اسکول شاہجہان پور کا ہیڈ ماسٹر پادری نولس اور اس کے بڑے پینتھی دوست منشی پیارے لال (رئیس چاندا پور) تھے۔ پادری شاہجہان پور اور اس کے مضافات میں اکثر انجیل کی منادی کرتے تھے۔ چاندا پور شاہجہان پور کا ایک مضافاتی قصبہ ہے، میں ان کا آنا جانا تھا اور منشی پیارے لال ان پروگراموں میں شریک ہوتے۔ دونوں کے درمیان اس حد تک تعلق خاطر تھا کہ منشی پیارے لال کے خیر خواہوں کی رائے میں منشی صاحب اپنے عقیدہ کو پارینہ سمجھنے لگے تھے۔ حضرت نانوتویؒ اپنے رفقا مولانا محمود حسنؒ، مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ اور فخرالدین کے ہمراہ میلے میں شریک ہوئے (۷، ۸ر مئی ۱۸۷۶ء) علاوہ ازیں تقابل ادیان میں دلچسپی رکھنے والے اہل علم میں سے مولانا ابوالمنصور دہلویؒ، مولانا نعمان ابن لقمان، مرزا موحد جالندھریؒ، مولوی رنگین بریلوی، مولوی احمد علی دہلویؒ، مولوی حیدر علی دہلوی

نے شرکت کی اور میلے میں بیانات کئے۔

حضرت نانوتویؒ نے میلے میں پیش کرنے کے لئے ایک تحریر پیش کی۔ وقت کی کمی کے باعث پڑھی نہ جاسکی تو فی البدیہہ گفتگو کی۔ اپنی گفتگو میں ابطال تثلیث، تردید شرک اور اثبات توحید پر مدلل گفتگو کی۔ اخبار ''خیر عالم'' دہلی کی رپورٹ کے مطابق ۸رمئی ۱۸۷۶ء کے جلسہ میں مولانا محمد قاسم نے درس دیا اور فضائل اسلام بیان کئے۔ پادری نے تثلیث کا بیان عجیب طرز پر کیا، اس نے کہا کہ ایک خط میں تین اوصاف پائے جاتے ہیں طول، عرض، عمق سو تثلیث ہر طرح سے ثابت ہے، مولانا نے اس کا رد اسی وقت کردیا، پھر پادری اور مولوی صاحب تقریر کے معاملہ میں بحث کرتے رہے۔ اس میں جلسہ برخاست ہوگیا اور چاروں اطراف اور قرب وجوار میں غل مچ گیا کہ مسلمان جیت گئے۔ جہاں ایک عالم کھڑا ہوتا اس کے اردگرد ہزاروں لوگ جمع ہوجاتے۔ پہلے دن اہلِ اسلام نے جو اعتراضات کئے عیسائیوں پر کئے، پادریوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات حرف بحرف دیئے اور فتح یاب ہوئے۔ میلے میں اگرچہ مسیحی، ہندو اور مسلمان نمائندوں کو دعوت دی گئی تھی کہ ہر ایک مذہب والے اپنے مذاہب کی حقانیت کے دلائل پیش کریں، لیکن اصل گفتگو مسلمانوں اور عیسائیوں میں ہوئی۔ مطبع ضیائی میرٹھ کے ذمہ داران نے اس میلے کی روداد گفتگوئے مذہبی یا واقعہ میلہ خداشناسی کے عنوان سے شائع کی۔ بعدازاں میلے کے لئے حضرت نانوتویؒ کی تحریر ''حجۃ الاسلام'' کے نام سے کئی بار چھپی، اس میں کلمہ طیبہ کی توضیح میں وجود باری تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) توحید خداوندی کا اثبات کے ساتھ ساتھ تثلیث کی تردید کی گئی....شرک کی تفصیل بیان کرکے اس کا رد کیا گیا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، خاتم النبیین ہونا اور افضل الانبیاء ہونا بیان کیا گیا۔ کلمہ طیبہ کی وضاحت کے بعد مسیحیوں کے عقائد پر مختصر بحث کی گئی اور معجزات نبوی اور دوسرے انبیاء کرام کی معجزات کی وضاحت کی گئی۔ آخر میں گوشت کی حلت پر دلائل دیئے گئے۔

دوسری مرتبہ یہ میلہ ۱۸، ۱۹ر مارچ ۱۸۷۷ء کو منعقد ہوا۔ میلہ میں ہندو، عیسائی پادری شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی نمائندگی حضرت نانوتویؒ اور دیگر نے کی۔ مباحثہ میں پہلے دن حضرت نانوتویؒ نے اپنی تقریر میں وجود باری تعالیٰ، اطاعت خداوندی، ضرورت نبوت، نبوت کی پہچان، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپ کی خاتمیت، صرف آپ ہی کی اتباع پر نجات کا انحصار سمیت آٹھ نکات پر گفتگو کی۔ مسیحی پادری نے اپنی گفتگو میں چار اعتراضات کئے:

(۱) معصومیت انبیاء کرام کے سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا، حضرت اوریا اور داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کوتاہی موجود ہے۔

(۲) ہر جگہ انبیاء کرام کی بعثت کا ثبوت نہیں۔

(۳) معجزات نبوی کا ثبوت قرآن میں نہیں۔

(۴) درود پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے ایک ایک کرکے ان اعتراضات کے الزامی اور تحقیقی جوابات دیئے۔

(۱) معصومیت انبیاء کرام کے سلسلہ میں آپ نے کہا کہ گناہ صرف وہ شمار ہو جس میں عمل کے ساتھ ساتھ قصد وارادہ کا بھی دخل ہو، نسیان سے ہونے والے فعل پر کوئی گرفت نہیں۔

(۲) انبیاء کرام کی بعثت ہر زمانہ اور ہر صدی میں ضروری نہیں، البتہ ہر قوم میں انبیاء کرام کا آنا ضروری ہے، اس پر تاریخ شاہد ہے۔

(۳) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ثبوت قرآن میں نہیں اور احادیث میں ہے اور احادیث نبویہ اس قدر مستند ہیں کہ ان کے مقابلہ میں تورات، زبور، انجیل اور دنیا کی کوئی تاریخ معتبر نہیں۔

پادریوں کے جواب الجواب میں مولانا ابوالمنصور دہلویؒ کی مدد سے ثابت کیا کہ کتاب مقدس (بائبل) میں تحریف ہوئی ہے۔

(۴) درود پاک کے بارہ میں فرمایا کہ یہاں تشبیہ فی وجوب الادا، مقصود ہے تشبیہ فی مقدار الحقوق ہرگز مراد نہیں۔

مباحثے کے دوسرے دن میں پانچ سوالات قائم کئے گئے:

(۱) دنیا کی تخلیق کس نے کی اور کیوں

کی۔

(۲) خالق کائنات کی ذات ہر چیز پر محیط ہے یا نہیں۔

(۳) خالق کائنات بیک وقت کس طرح عادل اور رحیم ہوسکتا ہے؟

(۴) وید، کتاب مقدس اور قرآن کے الہامی ہونے کی کیا دلیل ہے۔

(۵) نجات کیا چیز ہے اور اس کا حصول کیسے ممکن ہے۔

پہلے اجلاس میں صرف پہلے سوال پر گفتگو ہوسکی۔ دوسرے اجلاس میں پادری صاحبان نے تمام سوالات چھوڑ کر صرف ایک سوال پر مباحثہ کرنا چاہا کہ کتاب مقدس اور قرآن کے الہامی ہونے کی دلیل کیا ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے آخری سوال پر اظہار خیال فرمایا:

دوسرے میلے کی روداد مباحثہ ''شاہ جہان پور'' کے نام سے مرتب کی گئی۔ مولانا نانوتویؒ کی تقریر اور اندازِ مباحثہ دیکھ کر منشی پیارے لال کے ایک ملنے والے اور اس مباحثہ کے سامع ''لیکھ راج'' نے کہا کہ مولانا محمد قاسم کا حال کیا بیان کیجئے کہ اس کے دل پر علم کی سرستی (دیوی) بول رہی تھی۔

(حضرت نانوتویؒ کے پیر بھائی اور ساتھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے روداد بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ آپ کے دوست (نانوتویؒ) نے اسلام کی حقانیت واضح کردی تو اس پر حضرت گنگوہیؒ نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے دوست کا آخری وقت قریب ہے، کیونکہ میرے دوست کو اسلام کی حقانیت کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور اس نے اسلام کی حقانیت کو چار چاند لگادیئے)۔

حضرت نانوتویؒ کو اس مباحثہ کے بعد زیادہ عرصہ زندگی نہ ملی اور آپ ۱۴/جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء کو دیوبند میں انتقال فرماگئے۔

(نوٹ یہ مضمون علماء دیوبند اور مطالعہ مسیحیت سے تلخیص کیا گیا ہے)۔

۞۞..........۞۞

مولانا الطاف معاویہ کی شہادت

مولانا الطاف معاویہ شہید ہمارے جامعہ ختم نبوت چناب نگر کے فاضل تھے اور ردِّ قادیانیت پر تربیت بھی ہمارے جامعہ سے حاصل کی اور اساتذۂ کرام کے منظور نظر اور فرماں بردار طالب علم تھے۔ راقم کو چندروز ختم نبوت کورس چناب نگر میں خدمت کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح وہ راقم کے مخدوم تھے۔ فراغت کے بعد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہوگئے، جیسا کہ مبلغین ختم نبوت کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ ہر روز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح جن نمازوں کے بعد بیان کا موقع ملے وہ بیان کریں، چنانچہ موصوف بھی دن رات عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں مصروف ہوگئے اور ڈیرہ غازی خان میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس کی دعوت وتشہیر کے لئے جارہے تھے کہ روڈ ایکسیڈنٹ میں شہید ہوگئے۔

ایک جوان عالم دین، متحرک فعال مبلغ کی وفات جہاں ان کی جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے وہاں والدین کے لئے ساری زندگی کا صدمہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو جوان اولاد اور وہ بھی عالم دین ہو، ان کی وفات اور جدائی کے صدمہ سے محفوظ فرمائیں۔ راقم چونکہ دونوجوان بیٹوں کی وفات کے صدمہ سے دوچار ہوچکا ہے۔ اس لئے کسی نوجوان کی وفات رلادیتی ہے۔ مان کوٹ ضلع خانیوال کے قریب بستی بلوچاں کے علاقہ کے رہنے والے تھے، چوبیس پچیس سال عمر ہوگی۔ راقم نے اپنے ضلع خانیوال کے مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی سلمہٗ کو جنازہ میں شرکت کا کہا، ماشاءاللہ! وہ جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ ہمارے مرکزی ناظم حافظ محمد انس اور مولانا وسیم اسلم بھی شریک ہوئے اور پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ وبرد مضجعہ۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

REGD. SS. 160

مطبوعات ..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	رعایتی قیمت
1	محاسبہ قادیانیت: جلد نمبر 01 تا 36	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	14400
2	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	حضرت مولانا پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	600
3	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	500
4	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	600
5	مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (17 جلدیں)	متعدد حضرات کے مجموعہ کتب و رسائل	7500
6	تحریک ختم نبوت (10 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	4500
7	مقدمہ مرزائیہ بہاولپور (3 جلدیں)	جج محمد اکبر خان صاحب	1000
8	قومی اسمبلی میں بحث پر مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
9	مجموعہ رسائل رد قادیانیت جلد اول	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	350
10	مجموعہ رسائل رد قادیانیت جلد دوم	رسائل اکابرین	350
11	فتاویٰ ختم نبوت (3 جلدیں)	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1200
12	قادیانی شبہات اور ان کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	600
13	خطبات شاہین ختم نبوت (دو جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	700
14	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	300
15	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	350
16	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
17	فتنہ گوہر شاہی	مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ / مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب	200
18	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب / مولانا قاضی احسان احمد صاحب	250
19	سیدہ فاطمہؓ	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	250
20	تحفۂ قادیانیت (6 جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	1800
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	300
22	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب محمد متین خالد صاحب	400
23	قادیانیت (مطالعہ و جائزہ)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	250
24	ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
25	ختم نبوت ڈائری 2026ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	350
26	ختم نبوت کیلنڈر 2026ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	150
27	خلفائے راشدین اور اہل بیتؓ کے باہمی تعلقات	علامہ زمخشریؒ / مولانا احتشام الحسن کاندہلویؒ	100
28	نشان منزل	محترمہ خنساء امین صاحبہ	200
29	ختم نبوت کورس	جناب مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	350

نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔